عہد وفا

اقراء طارق

عہدِ وفا

اقراء طارق

انتساب

"ان تمام لوگوں کے نام جو دنیا کی بھیڑ میں پھر کبھی نہ ملنے کے لیے بچھڑ گئے"

پیشِ لفظ

عہدِ وفا۔۔۔ایک قسط وار ناول۔۔مکمل صورت میں ڈھل چکا ہے۔
اس ناول کی کہانی معاشرے کے ان فرسودہ رسم و رواج کو جڑ سے اکھاڑنے کی کوشش میں لکھی گئی ہے جنہیں ہم نے ہندوؤں کے ساتھ برِ صغیر میں رہتے ہوئے اپنالیا۔ اور جن کا اسلام کے ساتھ دور دور کا کوئی واسطہ نہیں۔ اسلام ہمیں مساوات کا درس دیتا ہے اور اسلام میں ذات پات کا کوئی نظام نہیں۔ لیکن آج اس معاشرے میں یہ ذات پات کا فرق کسی ناسور کی طرح پھیل چکا ہے۔ اس کہانی کے کردار ماورائی یا تصوراتی نہیں ہیں۔ یہ جیتے جاگتے کردار اسی معاشرے کا حصہ ہیں۔ یہ کردار ہمارے آس پاس بستے ہیں۔ دلوں میں محبتیں دفن کیے۔۔۔زندگی میں اپنے کردار نبھا رہے ہیں۔ کسی بھی قوم کی نوجوان نسل کے ساتھ بہت سی توقعات وابستہ ہوتی ہیں۔ کوشش کریں کہ وہ غلطیاں جو ہم سے پہلے لوگ کر گئے، ہم انھیں نہ دہرائیں۔ اور معاشرے سے ان فرسودہ رسم و رواج کو ختم کریں۔ اور ایک بات ہمیشہ یاد رکھیں۔۔۔رسم و رواج کتنے ہی اہم کیوں نہ ہوں۔۔۔وہ لوگوں سے اور لوگوں کی خوشیوں سے زیادہ اہم نہیں ہوتے۔
میں اپنے والد صاحب اور تمام اساتذہ خاص طور پہ محسن منظور صاحب اور رزاق احمد راز صاحب کی شکر گزار ہوں جنھوں نے زندگی کے بارے میں میرے نظریات کو ایک نیا رخ دیا۔۔۔اور ہر قدم پر میری رہنمائی کی۔
اور میں اپنے پبلشر وسیم انور صاحب کی بھی شکر گزار ہوں جنھوں نے قدم قدم پر میری حوصلہ افزائی کی۔ اور جو پاک سوسائٹی ویب سائٹ کے ذریعے نئے لکھاریوں کو ادب کی دنیا میں متعارف کروا رہے ہیں۔
قارئین سے گزارش ہے کہ پڑھنے کے بعد اپنی رائے کا اظہار ضرور کریں۔ اور دعاؤں میں یاد رکھیں۔

اقراء طارق

کل سے مسلسل برستی بارش اب تھم چکی تھی۔ لیکن ہر طرف اپنے نشان چھوڑ گئی تھی۔ سڑکوں پہ پانی جمع تھا اور انتظامیہ کی نا اہلی کی وجہ سے جب تک خود سے سوکھ نہ جاتا، اس نے جمع ہی رہنا تھا۔ آسمان پہ بادل ابھی تک ٹکڑیوں کی صورت بکھرے تھے۔

ایسے میں کمرے کا دروازہ کھلا اور امبر کمرے میں داخل ہوئی۔

عائلہ جانے کی تیاری کر رہی تھی اور کپڑے بیگ میں تہ کر کے رکھنے کی بجائے یوں ہی بیگ میں ٹھونس رہی تھی۔

کہاں رہ گئی تھی تم۔۔؟؟ گھر نہیں جانا کیا۔۔؟؟ پہلے ہی موسم خراب ہے۔ بارش پھر شروع ہو گئی تو اور مسئلہ ہو جائے گا۔

"مجھے سیرت نے روک لیا تھا۔ وہ کوئی سروے کر رہی ہے۔ مجھے بھی فارم پکڑا دیا۔" امبر نے عائلہ کو جواب دیا اور بیڈ کے نیچے سے اپنا بیگ نکال کے جلدی جلدی کپڑے رکھنے لگی۔

آج ان کے فائنل ختم ہوئے تھے اور اب وہ چھٹیاں گزارنے گاؤں جا رہی تھیں۔

اور گاؤں جانے کے خیال سے ہی دونوں پر جوش تھیں۔ ہاسٹل کی ایک کمرے کی زندگی دونوں کو ہی پسند نہیں تھی۔۔ لیکن کیا کرتیں مجبوری تھی۔ اور علم کے لیے تو چین بھی جانا پڑے تو جانا چاہیے، یہ تو صرف لاہور تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"السلام علیکم۔۔۔" عائلہ نے گھر میں داخل ہوتے ہوئے بآواز بلند سلام کیا اور سامنے سے آتی گل کے گلے لگ گئی۔

"کیسی ہیں آپی۔۔۔؟ اماں کہاں ہیں اور میری ماما۔۔۔؟؟ عائلہ ارد گرد نظریں دوڑاتے ہوئے بولی۔"

"میں ٹھیک ہوں گڑیا۔ تم سناؤ کیسی ہو۔۔؟"

"سب یہیں ہیں بیٹا میں آپ کے لیے بریانی بنا رہی تھی۔" ملیحہ بیگم کچن سے نکلتے ہوئے بولیں اور آگے بڑھ کے عائلہ کی پیشانی چوم لی۔ اور اسے ساتھ لگائے اندر کی جانب آ گئیں جہاں اماں نماز پڑھ رہی تھیں۔"

عائلہ وہیں ان کے پاس چوکڑی مار کے بیٹھ گئی اور ان کے سلام پھیرنے کا انتظار کرنے لگی۔

"ارے میری بچی۔۔۔" اماں نے سلام پھیر کے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا اور اس کی ڈھیروں بلائیں لے ڈالیں۔

عائلہ ان کی گود میں سر رکھ کے لیٹ گئی۔ یہ اس کی پرانی عادت تھی۔

"اس بار تو بہت دن کے بعد آسکی ہوں۔ ایگزام ہو رہے تھے تو بہت مصروفیت تھی۔ لیکن اب تو چھٹیاں ہیں بہت سارے دن رہیں گے۔" وہ اماں کے ہاتھ چوم کے آنکھوں کے ساتھ لگاتے ہوئے بولی۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ دیکھو تو کتنی کمزور ہو گئی ہو۔ پتا نہیں کیسا کھانا ملتا ہے وہاں، بچوں کی صحت بھی خراب ہو جاتی ہے۔" اماں اس کو دیکھتے ہوئے فکر مندی سے بولیں۔

"اب تو آگئی ہے ناخوب کھلا پلا کے موٹا کر کے بھیجیں گے اسے۔" ملیحہ بیگم برآمدے کی طرف آتے ہوئے بولیں۔

"اٹھو عائلہ چینج کر کے فریش ہو جاؤ، میں کھانا لگاتی ہوں۔" گل نے صحن سے آواز لگائی۔

"اوکے آپی جو حکم۔۔۔" عائلہ شرارت سے بولتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"واؤ ماما آپ جیسی بریانی تو دنیا کی کسی ماں کو نہیں بنانی آتی ہو گی۔۔" عائلہ بریانی کھاتے ہوئے بولی۔

"اور دنیا کی ہر بیٹی اپنی ماں سے یہی کہتی ہو گی۔" ملیحہ بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ لوگ کھانا کھا رہے تھے جب دروازے پہ آنے والے نے بیل پہ ہاتھ رکھا اور پھر اٹھانا بھول گیا۔

"لو آگئی امبر۔۔" گل ہنستے ہوئے بولی۔

"یہ لڑکی میرے کان کے پردے پھاڑے گی کسی دن۔۔۔" اماں جان نے کانوں پہ ہاتھ رکھ لیے اور گل جلدی سے دروازہ کھولنے چلی گئی۔

"اچھا تو اکیلے اکیلے بریانی کھائی جا رہی ہے ۔۔اور وہاں ہاسٹل میں تو میرے بغیر تمہارے حلق سے نوالا بھی نہیں اترتا۔۔یہاں آتے ہی بھول گئی مجھے۔" امبر عائلہ کو گھورتے ہوئے بولی اور سب سے ملنے کے بعد کرسی کھینچ کے بیٹھ گئی۔

"آجاؤ ندیدی تمہارے گھر کچھ نہیں بنا کیا۔۔؟؟" عائلہ ہنستے ہوئے بولی۔

"بن رہے ہیں کوفتے۔۔ لیکن ان میں ابھی وقت ہے اور مجھے سخت بھوک لگ رہی ہے۔ اسی لیے یہاں چلی آئی۔"

"اچھا کیا بیٹا۔۔یہ بھی تو تمہارا اپنا ہی گھر ہے۔" ملیحہ بیگم نے شفقت سے کہا۔

"آنٹی اس بار کچھ پلان بنائیں، کہیں گھومنے چلتے ہیں دونوں فیملیز۔" امبر اپنی پلیٹ میں بریانی نکالتے ہوئے بولی۔

"ماما میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔ کتنا عرصہ ہو گیا ہم لوگ کہیں آؤٹنگ کے لیے نہیں جا سکے۔ کبھی ہماری مصروفیت اور کبھی آپ کی مصروفیت آڑے آجاتی ہے۔"

"مجھے لگتا ہے یہ دونوں سہیلیاں لاہور سے پلان بنا کے آئی ہیں۔" گل نے کہا اور وہ دونوں ہنسنے لگیں۔

"کیوں گل باجی آپ کو کوئی اعتراض ہے اس پروگرام پہ۔۔"

"بالکل نہیں امبر۔۔۔ میں تو خود ان دو بوڑھیوں کے ساتھ رہ رہ کے بور ہو گئی ہوں۔"

"بیٹا اگر میں اس طرح کام چھوڑ کے جاؤں تو بہت حرج ہو جائے گا۔"

"ماما آپ نورین آنٹی کے بارے میں بتا رہی تھیں نا جو آنٹی نسیمہ کی بہو ہیں، جنہیں وہ شہر سے بیاہ کے لائی ہیں۔ وہ سب سنبھال لیں گی۔"

"ہاں وہ بہت اچھی لڑکی ہے، بہت کام سنبھال لیا ہے اس نے۔ بہت نیک دل لڑکی ہے۔"

ملیحہ بیگم گاؤں میں نور ویلفیئر انسٹیٹیوٹ کے نام سے ایک فلاحی ادارہ چلا رہی تھیں۔ جس میں غریب گھروں کی لڑکیوں کو مفت تعلیم فراہم کی جا رہی تھی۔ اور جو لڑکیاں شہر نہیں جا سکتی تھیں انھیں تیاری کروا کے پرائیویٹ امتحان دلوایا جاتا تھا۔ گاؤں میں صرف پرائمری تک گرلز اسکول تھا اور گاؤں کی لڑکیاں صرف پرائمری تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد گھر بیٹھ جایا کرتی تھیں۔ لیکن اب لڑکیوں کے پاس پرائیویٹ تعلیم کی سہولت تھی تو وہ شوق اور لگن کے ساتھ تعلیم حاصل کر رہی تھیں۔ اس کے علاوہ یہ ادارہ گاؤں کے لڑکوں کو شہر میں بہتر روزگار حاصل کرنے میں معاونت کر رہا تھا۔ غرض گاؤں کی نوجوان نسل کو جو مسئلہ درپیش ہوتا وہ ملیحہ بیگم کے توسط سے حل ہو جاتا۔

"ماما بتائیں نا۔۔۔ کس سوچ میں پڑ گئی ہیں۔۔؟؟"

"ٹھیک ہے بیٹا میں نورین کے ساتھ بات کر کے بتاؤں گی۔"

"یاہوووووووووووو۔۔۔۔" عائلہ اور امبر نے مشترکہ نعرہ لگایا اور صحن میں بھنگڑا ڈالنے لگیں۔

اسی وقت پھر سے بوندا باندی شروع ہو گئی۔

"ارے لڑکیوں شرم کرو کوئی دیکھ لے گا تو کیا کہے گا۔" اماں جان نے دونوں کو گھرکا۔ لیکن خوشی ان کے چہرے پہ بھی تھی اب جتنے دن یہ دونوں رہتیں گھر میں یوں ہی رونق لگی رہنی تھی۔

"اماں جان اس بند گھر میں آپ خواتین کے سوا ہمیں کون دیکھ رہا ہے۔ وہاں ایک کمرے میں بند رہ رہ کے ہم شکر کرتے ہیں اس آزاد فضا میں سانس لینے کا موقع ملتا ہے۔" امبر اماں جان کے گلے میں بازو حمائل کرتے ہوئے بولی۔ اور اماں جان دھیرے سے مسکرا دیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"مل گیا ٹائم ہماری طرف آنے کا۔۔؟" امبر نے عائلہ کو آتے ہوئے دیکھا تو شرم دلانے والے انداز میں بولی۔

"دن میں سو گئی تھی ابھی آپی نے مغرب کی نماز کے لیے اٹھایا اور اب مغرب پڑھ کے سیدھی یہیں آ رہی ہوں۔ مجھے پتا تھا تم جنگلی بلی بنی میرا انتظار کر رہی ہو گی۔"

"آنٹی کہاں ہیں۔۔؟" عائلہ صوفے پہ بیٹھتے ہوئے بولی۔

"امی درزن کی طرف گئی ہیں کپڑے لینے۔۔"

"اور تم کیا کر رہی تھی کچن میں۔۔؟؟"

"میں پکوڑے بنا رہی ہوں۔ اتنا اچھا ٹھنڈا ٹھنڈا سا موسم ہے۔"

"یہ کون سا وقت ہے بھلا پکوڑے کھانے کا۔"

"یہ بھائی جان کا وقت ہے۔ وہ آئے ہوئے ہیں اور انھیں سب کام وقت کے بغیر ہی اچھے لگتے ہیں۔" امبر نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"اسد بھائی آئے ہوئے ہیں، تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ میں جا رہی ہوں۔" عائلہ کرنٹ کھانے والے انداز میں بولی اور جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"چپکی بیٹھی رہو، آدم خور نہیں ہیں میرے بھائی جو یوں بھاگ رہی ہو۔ امی سے مل کے جانا وہ پوچھ رہی تھیں تمہارا کہ ابھی تک آئی کیوں نہیں ہماری طرف۔" امبر نے اسے واپس بٹھاتے ہوئے کہا۔

"امبر کون آیا ہوا ہے۔۔؟؟"

"بھائی جان عائلہ صاحبہ تشریف لائی ہیں۔"

اسد جو موبائل میں مگن سیڑھیاں اتر رہا تھا، چونک کے سر اٹھایا۔ سامنے ہی صوفے پہ عائلہ بیٹھی تھی۔۔ سلیقے سے دوپٹہ اوڑھے۔۔ اسد کے چہرے پہ مسکراہٹ در آئی۔

"السلام علیکم۔۔۔ کیسے ہیں اسد بھائی۔۔۔؟؟"

"میں ٹھیک ہوں۔ آپ سناؤ کیسی ہو۔۔؟؟ ایگزام کیسے ہوئے۔۔؟؟"

اسد سامنے والے صوفے پہ بیٹھ گیا اور پاس پڑا ریموٹ اٹھا کے ٹی وی آن کر لیا۔

"میں ٹھیک ہوں۔ ایگزام بھی اچھے ہو گئے۔" عائلہ نے یوں ہی نظریں جھکائے جواب دیا۔ وہ ہمیشہ اسد کی موجودگی میں گھبراہٹ کا شکار ہو جایا کرتی تھی۔

ابھی بھی اسد نے کن اکھیوں سے دیکھا وہ اٹھنے کے لیے پر تول رہی تھی۔

"جاؤ امبر سے کہو مجھے چائے بنا دے۔۔" اسد نے اس کی مشکل آسان کی۔

"اچھا بھائی ابھی کہتی ہوں۔۔" عائلہ عجلت میں کچن کی طرف چلی گئی۔

"بندہ بلا ہی لیتا ہے۔ پتا بھی ہے کہ میری جان جاتی ہے تمہارے بھائی جان سے۔" اب وہ امبر کے سر پہ کھڑی اپنی گھبراہٹ غصے کی صورت اس پہ اتار رہی تھی۔

"تمہاری پتا نہیں کیوں جان جاتی ہے۔ اور ایک امی ہیں کہ کچھ اور ہی سوچے بیٹھی ہیں۔" امبر معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

"کیا مطلب ہے اس بات کا۔۔؟؟" عائلہ نے اسے گھورا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم پکوڑا کھاؤ اور اتنا ڈرا نہیں کرو۔ میرے بھائی بہت اچھے انسان ہیں۔" امبر نے اس کے منہ میں پکوڑا ٹھونستے ہوئے کہا۔

اور گرم پکوڑا منہ میں ڈالنے پہ عائلہ نے اسے دھموکا جڑا۔

اسی اثنا میں رفعت بیگم بھی گھر میں داخل ہوئیں۔

"عائلہ میں ابھی تمہارے گھر سے ہی آ رہی ہوں تم سے ملنے گئی تھی پتا چلا تم یہیں ہو۔" رفعت بیگم اسے ملتے ہوئے بولیں۔

"جی آنٹی دن میں پتا ہی نہیں چلا کب سو گئی۔ ابھی مغرب کے وقت اٹھی ہوں تو نماز پڑھ کے آپ سے ملنے چلی آئی۔"

"کوئی بات نہیں بیٹا۔۔ سفر سے تھکن ہو جاتی ہے نا۔"

"بھئی عائلہ کو چائے پانی بھی پوچھا ہے یا بس باتوں پہ ہی ٹرخا رہی ہو۔"

"امی یہ مہمان تھوڑی نا ہے جو اسے چاہیے ہو گا لے لے گی۔" امبر عائلہ کی طرف دیکھتے ہوئے شرارت سے بولی۔

"بیٹا کتنی بری بات ہے۔ چائے بناؤ اچھی سی عائلہ کے لیے۔"

"نہیں آنٹی امبر ٹھیک کہہ رہی ہے مجھے جو چاہیے ہو گا میں لے لوں گی۔"

"امی آپ فکر نہیں کریں میں بنا رہی ہوں اس کے لیے چائے۔ بس ایسے ہی آپ کو تنگ کر رہی تھی۔"

اور باہر بیٹھے اسد کے چہرے پہ مسکراہٹ در آئی۔

"ہاں واقعی وہ مہمان تھوڑی نا ہے۔ یہ اس کا اپنا گھر ہے"۔ اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ہارون جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئے گھپ اندھیرے نے اُن کا استقبال کیا۔ ہاتھ بڑھا کے انھوں نے لائٹ آن کی تو کمرہ

یک بارگی روشنی میں نہا گیا۔

سامنے ہی بیڈ پہ سکندر اوندھے منہ لیٹا ہوا تھا۔ بال پیشانی پہ بکھرے تھے۔ ایک تکیہ پاؤں کے پاس تھا۔ اور کمبل آدھا بیڈ سے نیچے لٹک رہا تھا۔

"سکندر بیٹا کب تک سوتے رہو گے اب اٹھ بھی جاؤ۔۔" ہارون نے اپنے لاڈلے بیٹے کے پاس بیڈ کی پائنتی پہ بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بس پاپا اٹھنے ہی والا تھا۔" سکندر آنکھیں موندے کسلمندی سے بولا۔

"بیٹا اسی لیے میں کہتا ہوں کہ رات کو جلدی سو جایا کرو، تا کہ صبح وقت پہ اٹھ کے آفس جا سکو۔"

"پاپا کیا کروں۔۔۔رات کو نیند نہیں آتی، اور صبح کو آنکھ ہی نہیں کھلتی۔" سکندر یوں ہی آنکھیں موندے بولا۔ اور ہاتھ سے جمائی روکی۔

"چلو جلدی سے فریش ہو کے آجاؤ، دونوں مل کے ناشتہ کریں گے۔" ہارون کمرے سے نکلتے ہوئے بولے۔

"او کے پاپا۔۔۔بس کچھ دیر میں آتا ہوں۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆

ماما گل آپی کے رشتے کی کوئی بات چلی۔۔۔؟؟ ملیحہ اور عائلہ تاروں بھرے آسمان تلے بچھی چارپائیوں پہ لیٹی تھیں جب عائلہ نے دھیرے سے پوچھا۔

"ابھی تو نہیں بیٹا، لیکن امید ہے جلد ہی کوئی اچھا سبب بن جائے گا۔"

"گل آپی کے لیے کوئی پیارا سا لڑکا ڈھونڈیے گا جتنی وہ خود پیاری ہیں۔" عائلہ کے لہجے میں گل کے لیے پیار ہی پیار تھا۔

"بس بیٹا دعا کرنی چاہیے کہ اللہ نصیب اچھا کرے۔"

"ماما قسمت تو آدمی خود بناتا ہے۔ جو لوگ تقدیر پہ الزام دھرتے ہیں نا وہ اصل میں خود ہی نکمے ہوتے ہیں۔ اگر انسان بر وقت اچھا فیصلہ کر لے، تو قسمت خود ہی اچھی ہو جاتی ہے۔"

ملیحہ چپ چاپ اُس کی آنکھوں کی چمک دیکھتی رہیں۔ اور ان کے دل نے شدت سے دعا کی کہ اُن کی بیٹی کی آنکھوں کی یہ چمک ہمیشہ سلامت رہے۔۔اُس کا خود پہ یقین سلامت رہے۔

کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ جب یقین ٹوٹتا ہے تو صرف اُسی وقت تکلیف نہیں ہوتی بلکہ وہ ایسا درد ہوتا ہے جو پوری زندگی پہ محیط ہو جاتا ہے۔۔۔اور یہ بات صرف وہی جان سکتی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ماما منہ میٹھا کروائیں جلدی سے۔۔۔"نوال نے گھر میں قدم رکھتے ہی باآواز بلند کہا۔

"کیوں بھئی کس خوشی میں۔۔۔؟"رامش صاحب نے اخبار سے نظریں ہٹاتے ہوئے پوچھا۔

"بابا آپ اس اخبار کو سائیڈ پہ رکھیں۔ آج اتنا خاص دن اور آپ بھول گئے۔"نوال اُن کے ہاتھ سے اخبار لیتے ہوئے بولا۔

"اوہ مائی گاڈ۔۔ آئی ایم ویری سوری بیٹا۔۔بتاؤ بھلا کیا بنا۔۔؟میرے بیٹے نے پھر سے ٹاپ کیا یا نہیں۔۔؟؟"

"بابا جس کلاس میں آپ کا بیٹا ہو، وہاں کوئی اور ٹاپ کر سکتا ہے کیا۔۔۔؟؟"

"ویری گُڈ بیٹا۔۔۔ آئی ایم پراوڈ آف یو۔۔۔"رامش صاحب نے آگے بڑھ کے اپنے خوبرو بیٹے کو گلے لگا لیا۔

"اب بتاؤ کیا گفٹ لو گے ایم بی اے میں ٹاپ کرنے کا۔۔۔؟؟"

"کوئی گفٹ نہیں چاہیے بابا۔۔بس آپ کی دعائیں چاہئیں۔۔۔"نوال نے اُن کے ہاتھ چومتے ہوئے کہا۔

"کیونکہ جب آپ میرے لیے دعا کرتے ہیں، تو مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ اب کامیابی میرا ہی مقدر بنے گی۔"نوال اُن کے ہاتھ ہاتھوں میں لے کے بول رہا تھا۔۔۔اور دُور کہیں ماضی کی کھڑکیوں سے ایک آواز نے رامش کی سماعت پہ دستک دی تھی۔

"جب آپ میرے لیے دعا کرتے ہیں نا تو مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ میں ضرور کامیاب ہوں گی۔"

ایک نسوانی آواز نے پُر یقین لہجے میں کہا تھا۔

"اچھا وہ کیسے۔۔۔؟؟"رامش اُس کے چہرے پہ نظریں ٹکائے شرارت سے بولے۔

"یہ تو مجھے نہیں پتا۔۔بس میرا دل کہتا ہے۔"جواب ترنت سے آیا تھا۔

"اور آپ کا دل کیا کیا کہتا ہے۔۔وہ بھی بتا دیں۔"وہ مزید شرارت کے موڈ میں تھے۔

"فی الحال تو بس یہی کہتا ہے۔"وہ ہنستے ہوئے بولی تھی۔

"گھر پہ ایک چھوٹی سی دعوت رکھ لیتے ہیں۔۔۔کیا خیال ہے آپ کا۔۔؟؟"کرن کی آواز انھیں ماضی سے حال میں کھینچ لائی تھی۔

"ہاں جیسے مناسب سمجھو۔۔۔"وہ دھیرے سے بولے تھے اور پھر اپنے کمرے کی طرف چل دیے۔

وہ اب حال میں نہیں رہے تھے۔ماضی کے دریچوں سے یادوں کے پَٹ کھل رہے تھے۔۔۔اور وہ چاہ کے بھی ان یادوں سے دامن نہیں چھڑا پاتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"یا اللہ میرے دل سے ان بے فیض محبتوں کو نکال دے۔اور صرف اپنی ہی محبت کو جگہ دے۔میں صرف تجھے ہی یاد کرنا

چاہتی ہوں۔۔اور صرف تجھے ہی یاد رکھنا چاہتی ہوں۔مجھے اس قابل بنا کہ میں لوگوں کے کام آسکوں۔اور مجھے معاف کر دے اُن تمام گناہوں کے لیے جنہیں کرتے ہوئے میں تیری طے کردہ حدوں کو بھول گئی۔۔۔اور میں نے تیری رِضا پہ اپنے نفس کی خواہش کو ترجیح دی۔"

رات کے اڑھائی بجے جائے نماز پہ سجدے میں جھکا وجود رونے کی وجہ سے ہلکے ہلکے جھٹکے کھا رہا تھا۔۔آنسو ایک تواتر سے بہے چلے جا رہے تھے۔

اک آس تھی کہ اللہ اپنے بندوں میں شامل کر لے۔۔۔اور گناہوں کی ایک لمبی فہرست تھی۔۔جسے سوچا جائے تو ختم ہی نہیں ہوتی تھی۔

بہت دیر خدا کے حضور سر جھکائے۔۔اپنی بندگی کا یقین دلاتے۔۔اور خدا سے خدا کو مانگتے۔۔ملیحہ نے سجدے سے سر اُٹھایا۔۔اور دونوں ہاتھ دعا کی صورت اپنے بھیگے چہرے پہ پھیر لیے۔

جائے نماز تہ کی اور باہر چلی آئیں۔نہ جانے رات کتنی بیت چکی تھی اور کتنی باقی تھی۔۔عرصہ ہوا وقت کا حساب رکھنا چھوڑ دیا تھا۔وہ تاروں سے بھرے آسمان کو تکنے لگیں۔

"میرا دل چاہتا ہے میں تاروں سے آسمان پہ کچھ لکھوں۔"

قریب ہی کہیں ایک آواز گونجی تھی۔ملیحہ نے آس پاس نہیں دیکھا کیونکہ یہ اُسی کی آواز تھی جو گزرے وقتوں سے آئی تھی۔

"کیا لکھنا چاہتی ہو۔۔۔؟؟"

لان کی کرسیوں پہ بیٹھے دوسرے وجود نے بڑے اشتیاق سے پوچھا تھا۔وہ کبھی ملیحہ کی آنکھوں میں دیکھتا تھا اور کبھی آسمان پہ بکھرے ستاروں کو۔۔۔اور اُسے یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ آسمان کے تاروں میں زیادہ چمک تھی یا سامنے بیٹھی لڑکی کی آنکھوں میں۔۔

"میرا دل چاہتا ہے میں آسمان پہ آپ کا اور اپنا نام لکھوں۔۔۔تاروں کے ساتھ۔۔" وہ آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کھوئے کھوئے سے لہجے میں بولی تھی۔

اور وہ بے اختیار ہنس دیا تھا۔

"ایسے کیوں ہنس رہے ہیں۔۔؟؟خواہش تو کچھ بھی ہو سکتی ہے۔" وہ خفگی سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"اور تمہاری نوے فیصد خواہشیں ایسی ہوتی ہیں۔۔جن کا پورا ہونا ممکن ہی نہیں ہوتا۔۔" وہ ہنستے ہوئے بولا تھا۔

"تو کیا ہوا۔۔؟ ہم بیشک کسی خواہش کو پورا نہ کر سکیں لیکن ہمیں خواب دیکھنے نہیں چھوڑنے چاہئیں۔۔۔ خواب تو زندگی ہوتے ہیں۔" وہ اُسے سمجھانے والے انداز میں بولی۔

"ساتھ نام لکھنے سے کوئی اپنا ہو جاتا ہے۔۔۔؟" اب کے اُس لڑکے نے سنجیدگی سے پوچھا تھا۔

"یہ تو مجھے نہیں پتا۔۔ لیکن میرا دل کہتا ہے کہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ انسان کی جائز خواہشات کبھی ادھوری نہیں رہنے دیتا۔"

"اللہ کرے تمہارا یہ دل جو کچھ کہتا ہے سب ٹھیک ہی کہتا ہو۔" اُس لڑکے نے دل سے دعا کی تھی اور وہ دونوں مسکرا دیے تھے۔

"ماما آپ سوئی کیوں نہیں۔۔؟ یہاں ٹھنڈ میں کیوں بیٹھی ہیں۔۔؟؟" عائلہ کی آواز پہ ملیحہ نے رخ موڑ کے دیکھا عائلہ نیند سے بھری آنکھوں سے اُسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

"بس بیٹا ایسے ہی نیند نہیں آ رہی تھی۔۔۔ آپ کیوں جاگی ہو۔۔؟"

"میں تو پانی پینے آئی تھی ماما۔۔ آپ اندر چلیں۔۔ شام کو ہونے والی بارش کی وجہ سے باہر کافی ٹھنڈ ہے۔۔ آپ کو نہیں لگ رہی کیا۔۔۔؟؟"

"نہیں بیٹا مجھے نہیں لگتی ٹھنڈ۔۔" ملیحہ نے دھیرے سے کہا اور اندر کی طرف چل دیں۔

اب وہ اُسے کیا بتاتیں کہ اُنھیں احساس ہی کب تھا ٹھنڈ تھا۔۔۔ جہاں وہ پہنچی ہوئی تھیں وہاں ٹھنڈ نہیں تھی۔۔ وہاں پیار تھا، مان تھا اور کامل یقین تھا۔۔۔ خود پہ بھی۔۔۔ خدا پہ بھی۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

سب بیٹھے شام کی چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے جب کسی نے زور زور سے دروازہ دھڑ دھڑایا تھا۔

"اللہ خیر۔۔۔۔" ملیحہ فکرمندی سے بولیں اور گل دروازے کی طرف بھاگی۔

"یہ ضرور امبر ہو گی۔۔۔" اماں غصے سے بولیں۔

"وہ تو بیل بجاتی ہے۔۔" عائلہ نے کپ میز پہ رکھتے ہوئے کہا۔

"آنٹی جلدی چلیں بھائی کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔" امبر روتے ہوئے کہہ رہی تھی اور گل اُس کے پیچھے بوکھلائی کھڑی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

سکندر اپنے کمرے میں رائٹنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھا پورے انہماک سے ڈائری میں کچھ لکھ رہا تھا۔ جب کمرے کے

دروازے پہ ہلکی سی دستک ہوئی۔

"سکندر بھائی بڑے صاحب آپ کو بلا رہے ہیں۔" عامر نے دروازے سے اندر جھانکتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔۔ تم چلو میں آتا ہوں۔" سکندر نے ڈائری بند کر کے دراز میں رکھی اور ہارون کے کمرے کی طرف چل دیا۔

"جی پاپا آپ نے بلایا۔۔۔؟"

"ہاں برخوردار آؤ بیٹھو، تم سے ضروری بات کرنی ہے۔"

"جاؤ عامر دو کپ اچھی سی کافی بنا لاؤ۔" ہارون صاحب نے عامر سے کہا جو وہیں ریک میں رکھی کتابیں صاف کر رہا تھا۔

عامر کے جانے کے بعد وہ سکندر کی طرف متوجہ ہوئے۔

"بیٹا تمہاری اسٹڈیز مکمل ہو چکی ہے۔ اور کچھ عرصے سے تم نے آفس بھی جوائن کر رکھا ہے۔ اب تم اپنے پاؤں پہ کھڑے ہو چکے ہو اور میرا خیال ہے کہ اب میرے بیٹے کی شادی ہو جانی چاہیے۔"

"پاپا ابھی میں نے ایسا کچھ سوچا نہیں۔"

"نہیں سوچا تو بیٹا اب سوچ لو، یہی سہی عمر ہوتی ہے شادی کی۔ اگر کسی کو پسند کرتے ہو تو مجھے بتا دو۔ اور اگر ایسی کوئی بات نہیں تو میں آج ہی آپا کو فون کر کے کہہ دیتا ہوں کہ پاکستان میں تمہارے لیے اچھی سی لڑکی دیکھ لیں۔"

"نہیں پاپا آپ پھپھو سے بات نہیں کیجیے گا۔"

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میرا بیٹا کسی کو پسند کرتا ہے۔" ہارون مسکراتے ہوئے بولے۔

"جی پاپا میں علیزے کو پسند کرتا ہوں۔" سکندر نے فاروق صاحب کی بیٹی کا نام لیا جو اُن کے بہترین دوستوں میں شمار ہوتے تھے۔ اور ہارون کی طرح پاکستانی فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔

ہارون کے ذہن کے پردے پہ کامنی سی معصوم صورت علیزے کی شبیہ لہرائی۔

"علیزے تو بہت پیاری بچی ہے۔ میرے بیٹے کی چوائس تو بہت اچھی ہے بھئی۔"

"پھر میں کب جاؤں فاروق کی طرف رشتے کی بات کرنے۔۔۔؟؟"

"پاپا شادی کے لیے میری ایک شرط ہے۔"

"کیسی شرط بیٹا۔۔۔؟؟" ہارون نے اچنبھے سے پوچھا۔

"پاپا میں اُس وقت تک شادی نہیں کروں گا، جب تک میں اپنی ماں سے نہ مل لوں۔ اور پاپا پلیز آپ اس بار منع نہیں کریں گے۔ میں اُن سے ملنا چاہتا ہوں جنہوں نے مجھے جنم دیا۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ دِکھنے میں کیسی لگتی ہیں، کیسے بولتی ہیں۔ پلیز پاپا

میری بات مت ٹالیں۔ میں نے ہمیشہ آپ کی بات مانی ہے، اب مجھے میری ماں سے ملنے دیں۔" سکندر التجائیہ انداز میں بول رہا تھا۔

اور ہارون بنا پلکیں جھپکے اسے سنجیدگی سے دیکھ رہے تھے۔

بچپن میں جب وہ اپنی ماں کے بارے میں سوال کرتا تھا تو ہارون اُسے چپ کروا دیا کرتے تھے۔ اب تو عرصہ ہوا اُس نے اس موضوع کو نہیں چھیڑا تھا۔ اور وہ سمجھ بیٹھے تھے کہ وہ اب کبھی نہیں پوچھے گا کیونکہ شاید وہ تسلیم کر چکا ہے کہ اس کا باپ اُسے اس بات کا کوئی سرا نہیں تھمائے گا۔ لیکن وہ غلط تھے۔ وہ ایک بار پھر سے سراپا سوال بنا اُن کے سامنے کھڑا تھا اور اب وہ بچہ نہیں رہا تھا جسے بہلا پھسلا کے چپ کروا دیا جاتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اسد بائیک پہ تھا جب سامنے سے آتی تیز رفتار گاڑی نے بروقت بریک نہیں لگائی اور ایکسیڈنٹ ہو گیا۔

لیکن خدا کا شکر تھا کہ زیادہ چوٹیں نہیں آئی تھیں۔ اس لیے مرہم پٹی کے بعد اُسے ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔

"اللہ کا شکر ہے کہ اسد بیٹے کو کوئی گہری چوٹ نہیں آئی، اللہ نے بڑا کرم کیا ہے۔" اماں نے قرآنی آیات پڑھ کے اسد پہ دَم کرتے ہوئے کہا۔

"جی اماں بس آج کل کی نوجوان نسل رفتار تیز رکھ کے سمجھتی ہے کہ ہم نے بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔" رفعت بیگم نے بیٹے کے پیچھے تکیہ رکھتے ہوئے کہا۔

"بیٹا تم بھی احتیاط کیا کرو اور گھر سے نکلتے ہوئے آیت الکرسی ضرور پڑھ لیا کرو۔"

"جی ملیحہ آنٹی میں تو اپنی طرف سے پوری کوشش کرتا ہوں کہ رفتار تیز نہ ہو لیکن اچانک سے کوئی تیز رفتار گاڑی سامنے آ جائے تو وہاں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔" اسد نے نقاہت سے جواب دیا۔

"اُٹھو امبر رات کے کھانے کی تیاری کرو۔"

"جی امی ابھی جاتی ہوں۔" امبر جو کب سے بھائی کے ساتھ لگی بیٹھی تھی، بیڈ سے اترتے ہوئے بولی۔

اور وہ سب کمرے کی لائٹ آف کر کے اسد کو آرام کرنے کی تلقین کرتے ہوئے باہر آ گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

کرن نے اپنے بیٹے کی کامیابی پہ قریبی رشتہ داروں کو دعوت دی تھی اور اب دعوت کے بعد وہ سب کزنز نوال کے کمرے میں محفل جمائے بیٹھے تھے جب کہ بزرگوں نے لاؤنج میں محفل جما رکھی تھی۔

"لائبہ کہاں ہے بھئی۔۔۔؟؟"

"میرا خیال ہے کہ وہ شرما رہی ہے۔" مونا کی بات کا جواب احمر کی طرف سے آیا تھا۔ اُس کا اشارہ اشعر کی جانب تھا جو نوال کا خالہ زاد اور لائبہ کا منگیتر تھا۔

"جی نہیں میں بھلا کیوں شرماؤں گی۔۔ اشعر میرا کزن ہے، اس سے کیسا شرمانا۔۔" لائبہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"میں بھی کہوں میری بہن کب سے شرمانے لگی۔" نوال نے کہا اور اشعر سمیت سب مسکرا دیے۔

لائبہ وہیں مونا کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"شادی کب کر رہے ہو تم لوگ۔۔۔؟؟"

"ابھی تو ماسٹرز کروں گی، اُس کے بعد ہی شادی ہو گی۔"

"بھئی میں نے تو کہا ہے کہ شادی کر لو ماسٹرز بھی ہو جائے گا میں خود پڑھا دیا کروں گا۔" اشعر لائبہ کو دیکھتے ہوئے شرارت سے بولا۔

"میری اور نوال بھائی کی شادی ساتھ میں ہی ہو گی، ویسے میں تو چاہتی ہوں پہلے بھائی کی ہو میں ٹھیک سے انجوائے تو کروں آخر کو ایک ہی بھائی ہے میرا۔ ویسے بھی یہ مجھ سے بڑے ہیں اس لیے اصولاً تو پہلے ان کی ہونی چاہیے۔"

"بالکل نہیں میں تو ابھی شادی نہیں کر سکتا۔" نوال نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیوں بھئی تم کیوں نہیں کر سکتے شادی۔۔؟؟"

"کیونکہ اشعر بھائی ابھی کوئی ایسی لڑکی زندگی میں آئی نہیں ہے جس کے ساتھ زندگی گزارنے کی خواہش ہو۔"

"نوال بھائی کیسی لڑکی چاہیے آپ کو۔۔؟" احمر نے اشتیاق سے پوچھا۔

"ایسی لڑکی جو پہلی نظر میں مجھے متاثر کر دے۔"

"آج کل کے زمانے میں ایسی لڑکیاں بہت کم ہوتی ہیں جو متاثر کن شخصیت کی حامل ہوں۔"

"تم فکر نہیں کرو لائبہ مجھے ایسی لڑکی مل جائے گی۔۔ میرا دل کہتا ہے کہ کہیں نہ کہیں۔۔۔ زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پہ مل ہی جائے گی۔"

"ایسا نہ ہو کہ اُس کے انتظار میں تم بوڑھے ہی ہو جاؤ۔۔" مونا نے چھبتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ارے نہیں کزن ایسا ہرگز نہیں ہو گا، دیکھ لینا تم لوگ۔" نوال نے پُر یقین لہجے میں کہا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ملیحہ سامان کی صفائی کر رہی تھیں جب پرانی الماری کی صفائی کرتے ہوئے سفید گول موتیوں والے ایئر رنگز اُن کے ہاتھ لگے۔

ملیحہ یک ٹک حرکت کرتے ہوئے موتیوں کو دیکھ رہی تھیں۔۔اور پھر وقت لمحوں کی قید سے آزاد ہو گیا۔

یونیورسٹی کے درختوں کی چھاؤں تلے بنے سنگی بنچ پہ دو نفوس بیٹھے تھے۔

"یہ میں تمہارے لیے لایا ہوں۔" خوبرو سے نوجوان نے سفید موتیوں والے ایئر رنگز لڑکی کے سامنے لہرائے۔

"واؤ بہت خوبصورت ہیں۔۔لیکن آپ کیوں لائے۔۔؟؟" سفید فراک میں پریوں کے پرستان سے آئی پری نے استفسار کیا تھا۔

"ارے بھئی ایسے ہی جیولری شاپ کے پاس سے گزر رہا تھا تو ان پہ نظر پڑی اور پھر خیال آیا کہ کل کی پارٹی میں ایک لڑکی سفید فراک پہن کے آنے والی ہے، سوچا اُس کے لیے لے جاؤں۔" نوجوان نے آنکھوں میں بھرپور شرارت سموتے ہوئے کہا۔

"لیکن آپ کو تو پتا ہے کہ میں ایئر رنگز نہیں پہنتی۔۔" اب کہ لڑکی نے اُسے یاد دلایا۔

"ہاں مجھے پتا ہے۔۔لیکن کوئی بات نہیں، زندگی میں ہم بہت سے کام پہلی بار ہی کرتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے پھر لائیں ادھر، آج اس کام کا آغاز بھی کر دوں میں۔۔" لڑکی نے ہتھیلی اُس کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

اور نوجوان نے ایئر رنگز اُس کی نازک ہتھیلی پہ رکھ دیے۔

"کیسے لگ رہے ہیں۔۔۔؟؟"

"امیزنگ۔۔۔۔۔۔" لڑکا جذب کے عالم میں بولا۔

اور ایک خوبصورت مسکان نے لڑکی کے لبوں کا احاطہ کر لیا۔

"ملیحہ آنٹی میں آجاؤں آپ کی مدد کے لیے۔۔۔؟؟" گل نے کمرے میں جھانکتے ہوئے کہا اور گزرے لمحوں کا فسوں ٹوٹ گیا۔ درختوں کی چھاؤں۔۔۔۔محبت کی خوشبو۔۔۔سب ہوا میں تحلیل ہو گیا۔

"ارے نہیں بیٹا کچھ خاص نہیں کر رہی میں۔ بس کچھ پرانی چیزیں تھیں، کافی عرصے سے صفائی نہیں ہوئی تھی سوچا آج کر لوں۔" ملیحہ نے ایئر رنگز مٹھی میں دباتے ہوئے کہا۔

"او کے آنٹی پھر میں اماں کو دوا دے لوں، صبح سے طبیعت کچھ خراب ہے اُن کی۔"

گل کے جانے کے بعد ملیحہ نے دھیرے سے مٹھی کھولی۔۔۔اور سفید موتی جگمگا اٹھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"میں اندر آجاؤں۔۔۔؟؟" عائلہ نے دستک دیتے ہوئے اجازت طلب کی۔

"ہاں عائلہ آجاؤ۔۔" اسد نیم دراز ہوتے ہوئے بولا۔

"کیسی طبیعت ہے اب آپ کی اسد بھائی۔۔؟؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں، بس یہ امی کی تسلی کے لیے بستر میں رہنے پہ مجبور ہوں۔" اسد نے چہرے پہ مصنوعی بے چارگی طاری کرتے ہوئے کہا۔

"یہ ماما نے آپ کے لیے سوپ بھیجا ہے اور تاکید کی ہے کہ ابھی اسے پی لیں۔" عائلہ نے اُس کی طرف باؤل بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ملیحہ آنٹی کو میری طرف سے شکریہ کہہ دینا۔" اسد باؤل تھامتے ہوئے بولا۔

"آپ بائیک چلاتے ہوئے احتیاط سے کام کیوں نہیں لیتے۔۔؟؟ عائلہ کے اچانک کیے گئے سوال پہ اسد نے اُسے حیرت سے دیکھا۔۔۔ وہ بھلا کب یوں سوال جواب کیا کرتی تھی۔"

"میں تو احتیاط سے ہی بائیک چلاتا ہوں۔۔" اسد نے اپنی حیرت پہ قابو پاتے ہوئے کہا۔

"اگر احتیاط کرتے تو ایکسیڈنٹ نہ ہوتا۔۔۔ اچھی طرح یاد ہے مجھے جب آپ مجھے اور امبر کو کومل کی طرف چھوڑنے گئے تھے۔۔۔ آپ تو بائیک کو بائیک سمجھتے ہی نہیں ہیں۔۔۔ بلکہ یوں سمجھتے ہیں کہ ہوائی جہاز ہے جسے چلانا نہیں اُڑانا ہے۔"

اب کہ اسد خاموشی سے اُسے دیکھے گیا۔۔۔ کتنی اپنی اپنی سی لگ رہی تھی وہ یوں بحث کرتے ہوئے۔

اُس کے یوں دیکھنے پہ عائلہ کو احساس ہوا شاید وہ کچھ زیادہ بول گئی تھی۔

"میں چلتی ہوں۔۔ ماما انتظار کر رہی ہوں گی۔" کہتے ہی وہ جھپاک سے کمرے سے نکل گئی۔

اسد نے ٹیک لگاتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔۔ ایک آسودہ مسکراہٹ نے اُس کے لبوں کا احاطہ کر رکھا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

کرن جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئیں، رامش کے ہاتھوں میں وہ ناول دیکھ کے اُن کے ماتھے پہ بل پڑ گئے۔

"کتنی بار پڑھیں گے آپ اس ناول کو۔۔؟؟" رامش جو پورے انہماک سے قراقرم کا تاج محل پڑھ رہے تھے، کرن کے چبھتے ہوئے لہجے پہ انھوں نے سر اُٹھا کے اُنھیں دیکھا۔

"مرتے دَم تک پڑھوں گا۔۔۔"

اُن کے ٹھہرے ہوئے لہجے پہ کرن سُلگ کے رہ گئیں۔

"آپ کو یہ ناول بہت پسند ہے، یا۔۔۔؟؟"

"اب کے رامش نے اُن کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا۔۔۔" یا کیا۔۔۔؟؟

"یا اس وجہ سے اسے بار بار پڑھتے ہیں کیونکہ یہ اُس نے دیا تھا آپ کو۔۔۔"

"ہاں صرف اسی لیے پڑھتا ہوں۔"

"میرا دل چاہتا ہے اسے آگ لگا دوں، پتا نہیں کیا سوچ کے رُک جاتی ہوں۔"

رامش نے چپ چاپ ناول بند کر کے سائیڈ ٹیبل پہ رکھ دیا۔

"مجھے ایسا لگتا ہے ہر پل وہ ہمارے درمیان موجود ہے۔۔۔۔ آپ کی زندگی میں موجود ہے۔"

"وہ میری زندگی میں کہیں نہیں ہے۔" رامش نے آہستگی سے کہا۔

"آپ کے ماننے نہ ماننے سے کیا ہوتا ہے۔۔ میں جانتی ہوں کہ وہ ہر پل ہمارے درمیان موجود ہوتی ہے۔۔ آپ کی آنکھیں اُسے مجھ میں کھوجتی ہیں اور نہ پا کے مایوس پلٹ جاتی ہیں۔"

"ایسا کچھ نہیں ہے کرن، یہ تمہارا وہم ہے۔" رامش نے کھوکھلے لہجے میں اُنھیں یقین دلانے کی کوشش کی۔

اُن کی بات پہ کرن نے افسردگی سے سر جھٹکا اور سونے کے لیے لیٹ گئیں۔

"میں اُسے تم میں کیوں کھوجوں گا کرن، تمہارا اپنا مقام ہے۔۔۔ اُس کا اپنا مقام ہے۔۔۔ تم میری بیوی ہو۔۔ اور وہ تو روح سے روح کا رشتہ ہے۔" رامش نے سوچتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"آپا آپ مجھے بتائیں میں کیسے سکندر کو سمجھاؤں۔۔؟؟" ہارون کے لہجے میں تشویش کے سائے تھے۔

سکندر جو ہارون کے کمرے کی طرف آ رہا تھا وہیں ٹھہر گیا۔

"آپا اب وہ بچہ نہیں رہا جسے میں بہلاؤں گا اور وہ بہل جائے گا۔ اب وہ ہر صورت اپنی ماں سے ملنا چاہتا ہے۔"

"ابھی تک تو اُسے صرف یہی لگتا ہے کہ میں نے اُسے اس کی ماں سے دور رکھا ہے، کبھی اُس سے ملنے نہیں دیا۔ یہ تو وہ جانتا ہی نہیں کہ اُس کی ایک چھوٹی بہن بھی ہے۔"

ہارون اپنی ہی دھن میں فون پہ لگے ہوئے تھے۔

اور باہر کھڑے سکندر کو قریبی دیوار کا سہارا لینا پڑا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

نور ویلفیئر انسٹیٹیوٹ کا ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔۔ لیکن اتنی خاموشی تھی کہ سوئی بھی گرتی تو آواز آتی۔ سب کی نظریں اسٹیج پہ کھڑی ملیحہ پہ جمی تھیں۔۔ جو انھیں کبھی بھی ہمت نہ ہارنے کا درس دے رہی تھی۔ وہ اُن کی استاد تھی۔۔ وہ اُن کی محسنہ بھی تھی۔ روشنی کا ایسا مینار تھی جس کی وجہ سے وہ بھٹکنے سے بچ جاتی تھیں۔ لڑکیاں اُس روشنی میں اپنے لیے سیدھے راستے کا انتخاب کرتی تھیں۔

سفید لباس میں چہرے پہ متانت بھری سنجیدگی لیے وہ ڈائس کے پیچھے کھڑی تھی۔ کانوں میں گول موتیوں والے ایئر رنگز جگمگا رہے تھے۔ اور اُس کی آواز پورے ہال میں اپنا فسوں بکھیر رہی تھی۔ وہاں بیٹھی ہر لڑکی اُسے اپنا آئیڈیل مانتی تھی۔۔ اور اُس جیسا بننے کی خواہش رکھتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"آج میرے بابا بریانی بنا رہے ہیں۔۔ تبھی تو میں کہوں اتنی خوشبوئیں کیوں آ رہی ہیں۔" نوال کچن میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔

"دیکھ لو نوال مجھے تو آج کسی کام کو ہاتھ نہیں لگانے دے رہے۔" کونے میں رکھی میز کے گرد پڑی کرسیوں میں سے ایک پہ بیٹھی کرن نے کہا۔

"دیکھو بھئی آج میری بیوی کی سالگرہ ہے اور میں خود اُن کے لیے بریانی بنانا چاہتا ہوں۔"

"ماما سیریسلی آپ بہت لکی ہیں۔۔۔ آپ کو بابا جیسے کیئرنگ اور لونگ ہسبینڈ ملے۔"

"اور مجھے لگتا ہے کہ آپ کی مستقبل کی بہو بھی بہت لکی ہو گی۔" نوال نے شرارت سے کہا۔

"اچھا۔ وہ کیسے۔۔۔؟؟" دونوں نے اشتیاق سے اپنے بیٹے سے پوچھا۔

"وہ اس طرح سے کہ۔۔ بیٹا تو اپنے باپ جیسا ہی ہوتا ہے تو فیوچر میں، میں بھی آپ کو بریانی بناتا ہوا ہی نظر آؤں گا۔"

اور نوال کی بات پہ وہ دونوں ہنس دیے۔

"اوکے ماما۔۔ میں فواد کی طرف چکر لگا لوں۔۔ جناب کو بخار ہے رات سے۔"

"بیٹا لنچ گھر آ کے ہی کرنا۔"

"جی بابا ضرور آج کی بریانی میں کیسے مِس کر سکتا ہوں۔"

"تمہیں پتا ہے کرن جب میں امریکہ میں تھا نا تو میرے دوست فرمائشیں کر کر کے کھانے پکوایا کرتے تھے۔ کبھی کبھی تو مجھے یوں لگتا تھا میں یہاں ڈگری لینے نہیں آیا، بلکہ ان کے لیے کھانے بنانے ہی آیا ہوں۔"

رامش ہنستے ہوئے بتا رہے تھے اور کرن سوچ رہی تھیں کہ کیسی دھوپ چھاؤں سی طبیعت ہے اُن کے شوہر کی۔ کبھی اتنے اپنے اپنے سے لگتے ہیں اور کبھی بالکل اجنبی ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ تو وہ مانتی تھیں کہ رامش نے کبھی انھیں شکایت کا موقع نہیں دیا تھا۔۔وہ بلاشبہ بہت بہترین شوہر ثابت ہوئے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ہارون جیسے ہی سکندر کے کمرے میں داخل ہوئے، گھپ اندھیرے نے اُن کا استقبال کیا۔
ہاتھ بڑھا کے لائٹ آن کی تو اُن کی آنکھیں چندھیا گئیں۔
"کیا بات ہے سکندر بیٹا، اتنا اندھیرا کیوں کر رکھا ہے۔۔۔؟؟" ہارون بیڈ کی طرف آتے ہوئے بولے جہاں سکندر بے سُدھ پڑا تھا۔
"طبیعت تو ٹھیک ہے نا تمہاری۔۔۔؟؟" انھوں نے آگے بڑھ کے اُس کا ماتھا چھوا۔
"ارے تمہیں تو بہت تیز بخار ہے۔ مجھے بتایا کیوں نہیں بیٹا۔" وہ فکر مندی سے اُسے چھوتے ہوئے بول رہے تھے۔
"نہیں پاپا میں ٹھیک ہوں۔۔۔ آپ پریشان نہیں ہوں۔" سکندر نقاہت سے بولا۔
"میں ابھی ڈاکٹر کو کال کرتا ہوں۔۔"
"نہیں پاپا ڈاکٹر کو کال کرنے کی ضرورت نہیں ہے، میں ابھی دودھ کے ساتھ ٹیبلٹ لے لوں گا تو بہتر ہو جاؤں گا۔"
"آر یو شیور۔۔۔؟؟"
"جی پاپا۔۔۔ آپ فکر نہیں کریں۔"
"اوکے تم ریسٹ کرو۔۔ میں عامر سے کہتا ہوں تمہارے لیے ناشتہ بھی لائے اور ٹیبلٹ بھی۔"
ہارون کہتے ہوئے کمرے سے نکل گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ایسا کریں گل آپی یہ گرین ڈریس رہنے دیں، اسے نہ رکھیں۔"
گل عائلہ کا بیگ تیار کر رہی تھی۔ چھٹیاں اتنی جلدی ختم ہو گئی تھیں۔ عائلہ منہ لٹکائے بیڈ کے کونے پہ بیٹھی تھی۔
"آپی میرا بالکل دل نہیں چاہ رہا جانے کو۔ میں تو سوچ رہی ہوں بی ایس سی کر لیا، اتنا ہی کافی ہے۔"
"خبردار جو ایسا سوچا بھی، یونیورسٹی میں پوزیشن لی ہے تم نے۔۔ اور آنٹی کتنی خوش ہیں، کتنا شوق ہے انھیں کہ تم بہت سا پڑھو۔ آئندہ ایسا سوچنا بھی مت، کتنا دکھ ہو گا انھیں۔۔"

"گل آپی میرا دل چاہتا ہے میں بھی یہاں رہوں آپ لوگوں کے پاس، لڑکیاں کہتی ہیں کہ ہاسٹل میں بہت مزا آتا ہے لیکن میں اور امبر تو گن گن کے دن گزارتی ہیں وہاں۔۔ اتنی بورنگ لائف ہے ہاسٹل کی۔" عائلہ منہ بسورتے ہوئے بولی۔

"بس دو سال کی تو بات ہے، پلک جھپکتے میں گزر جائیں گے۔ تم کیوں پریشان ہوتی ہو چندا۔" گل نے پیار سے اُس کے گال چھوتے ہوئے کہا۔

"اماں اور ماما کا بہت خیال رکھیے گا آپی۔۔"

"تم بالکل فکر نہیں کرو، میں دونوں کا خیال رکھنے کی پوری کوشش کرتی ہوں۔ تم بس اپنا خیال رکھنا اور کھانے پینے میں بالکل لاپرواہی نہیں برتنا۔"

گل اسے سمجھا رہی تھی اور عائلہ اُس کی پیار بھری فکر مندی پہ مسکرا دی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"السلام علیکم آنٹی۔۔۔ کیسی ہیں آپ۔۔۔؟؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں بیٹا۔۔ تم سناؤ کافی دنوں کے بعد چکر لگایا۔" رفعت نے فرخ کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بس آنٹی کیا بتاؤں بابا کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی انھیں اسلام آباد لے کے گیا ہوا تھا۔ کافی دنوں سے وہیں تھے ہم لوگ خالہ جان کی طرف۔"

"اب کیسی طبیعت ہے اُن کی۔۔۔؟؟"

"اب تو کافی بہتر ہے، آج ہی واپس آئے ہیں ہم۔ اسد بتا رہا تھا کہ اُس کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے میں تو اُسی دن آنا چاہ رہا تھا۔ لیکن بابا کی طبیعت کافی خراب تھی سو نہیں آسکا۔ ابھی گھر پہنچا ہوں اور میرا حلیہ دیکھ لیں فریش بھی نہیں ہوا اسیدھا یہیں چلا آیا ہوں۔"

"اچھا ہوا بیٹا تم آگئے ایک تم ہی تو دوست ہو میرے اسد کے۔ تم چلو اُس کے کمرے میں۔۔۔ میں تمہارے لیے کافی بھجواتی ہوں اور اچھا سا لنچ بھی بناتی ہوں۔"

"ارے نہیں آنٹی اتنا تکلف نہیں کریں۔"

"بیٹا اس میں تکلف کی کیا بات ہے تم بھی تو میرے بیٹے ہو۔ بس تم چلو اور اسد سے مل لو۔"

"اوکے آنٹی۔۔۔" فرخ نے کہا اور سیڑھیاں چڑھ گیا۔

"میں اندر آسکتا ہوں۔۔؟؟" فرخ نے کمرے میں جھانکتے ہوئے شرارت سے پوچھا۔

"تمہیں کب سے میری اجازت کی ضرورت پڑ گئی برادر۔۔۔؟؟" اسد اسے دیکھ کے خوش گوار حیرت سے بولا۔

اور دونوں بغل گیر ہو گئے۔

"کیسی طبیعت ہے اب۔۔۔؟؟"

"دیکھ لو تمہارے سامنے ہوں۔۔۔ بالکل ٹھیک ہوں۔۔۔ بس ایکسیڈنٹ کا نام ہی بڑا ہوتا ہے۔"

"ہاں بھئی ہماری تو جان نکال دی تھی۔ بابا کی بیماری کا مسئلہ نہ ہوتا تو میں تو اُسی دن آ جاتا۔"

"کیسی طبیعت ہے اب انکل کی، کیا کہتے ہیں ڈاکٹرز۔۔؟؟"

"بس یار ڈاکٹرز دوا کر رہے ہیں اور ہم دعا کر رہے ہیں۔ اللہ اُن کا سایہ ہمارے سروں پہ قائم رکھے۔ میں تو بابا کے بغیر ایک قدم نہیں چل سکتا اس دنیا میں۔" فرخ شکستہ سے انداز میں بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے بولا۔

"تم فکر نہیں کرو، اللہ کرم کرے گا۔" اسد نے اُس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے تسلی آمیز انداز میں کہا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"اماں مجھے تو یہ رشتہ بہت پسند آیا ہے۔ لڑکے کی اچھی جاب ہے، فیملی بھی چھوٹی سی ہے۔ بس دو بہنیں اور ایک بھائی اور بہنیں بھی شادی شدہ۔ گھر میں صرف ساس سسر ہی ہوں گے۔"

"ہاں ملیحہ بیٹا لوگ تو مجھے بھی بہت پسند آئے ہیں۔"

"تو ٹھیک ہے اماں میں گل سے پوچھ کے انھیں باقاعدہ ہاں کر دیتی ہوں۔"

"گل سے کیوں پوچھنا ہے، ہم ہیں نا اُس کا اچھا برا سوچنے والے۔"

"آپ کی بات ٹھیک ہے اماں لیکن یہ بیٹیوں کا حق ہوتا ہے۔ آخر زندگی تو انھیں ہی گزارنی ہوتی ہے۔ اور اسلام بھی ہمیں اسی بات کی تلقین کرتا ہے۔"

"ٹھیک ہے بھئی جیسا تم بہتر سمجھو۔"

"اماں آپ کہیں تو سلیم بھائی کو بھی شامل کر لوں بات میں، آخر کو اُن کی اکلوتی بہن کا معاملہ ہے کل کلاں کو وہ اعتراض نہ کریں۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے ملیحہ۔۔۔ انھیں ہمیں گھر سے نکالتے ہوئے کوئی شرمندگی نہیں ہوئی تھی تو اب کس منہ سے اعتراض کریں گے۔ میرا اور میری بیٹی کا اب اُن سے کوئی رشتہ نہیں۔ خدا ایسی ناخلف اولاد کسی کو نہ دے۔" اماں بی کہتے ہوئے رو دیں۔

ملیحہ نے انھیں اپنے ساتھ لگا لیا۔

"اماں جان میں تو ایسے ہی کہہ رہی تھی، جب آپ روتی ہیں تو مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔۔میں ہوں نا آپ کی بیٹی۔۔میں سب کچھ خود کر لوں گی۔"

"خدا تمہیں سلامت رکھے بیٹا، تم نے سگی اولاد سے بڑھ کے ہمارا احساس کیا ہے۔ خدا تمہیں اس کا اجر دے۔" اماں بی آنکھیں پونچھتے ہوئے بولیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

نوال یونیورسٹی کے گیٹ پہ گاڑی میں بیٹھا لائبہ کا انتظار کر رہا تھا۔ پہلے تو اُس نے باہر آنے میں اتنا وقت لگایا اور اب آگئی تھی تو گیٹ پہ ہی کسی دوست سے کوئی نوٹس لے رہی تھی۔

گیٹ پہ آنے جانے والے اسٹوڈنٹس کی وجہ سے رش سا تھا۔

اسی وقت ایک مانگنے والی آئی اور ایک الٹرا ماڈرن لڑکی کے سامنے ہاتھ پھیلا دیے۔

لڑکی جو فون کان سے لگائے ہوئے تھی عورت کی اس حرکت پہ جھنجھلائی اور اُسے ہاتھ سے پرے جانے کا اشارہ کیا۔ لیکن وہ پھر بھی ہاتھ پھیلائے اُس کے سامنے کھڑی تھی۔ اب کے نک سک سے تیار لڑکی نے اُسے ہاتھ سے پرے دھکا دیا۔ عورت لڑکھڑائی اور اپنا توازن برقرار نہیں رکھ سکی اور زمین پہ جا گری۔

لڑکی نے نخوت سے سر جھٹکا اور ایک طرف بڑھ گئی۔

لائبہ کو نوٹس تھماتی لڑکی یک لخت پلٹی اور اُس نے سہارا دے کے عورت کو اُٹھایا۔

اور اپنے بیگ سے پانی کی بوتل نکال کے اُس کی طرف بڑھائی۔

عورت اُسے شکر گزار نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ لڑکی نے بیگ سے پرس نکالا اور کچھ نوٹ عورت کی ہتھیلی میں تھما دیے۔ عورت اُسے ڈھیروں دعائیں دیتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

نوال جو یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا گاڑی سے باہر آگیا۔ دھان پان سی وہ لڑکی اب دوبارہ لائبہ کی طرف متوجہ تھی۔ اور پھر لائبہ اُس سے ہاتھ ملاتے ہوئے گاڑی کی طرف چلی آئی۔

"چلیں بھائی۔۔۔۔"

گاڑی میں بیٹھتے ہی نوال نے پوچھا۔۔""وہ لڑکی کون تھی جس کے ساتھ تم ابھی بات کر رہی تھی۔۔۔؟

"وہ عائلہ ہے۔۔۔میری کلاس میٹ ہے اور دوست بھی۔۔۔بہت اچھی لڑکی ہے۔ بی ایس سی میں ٹاپ کیا تھا اُس نے۔"

"لیکن آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔۔؟؟"

"کیونکہ لائبہ اس نے مجھے متاثر کیا ہے۔۔" سامنے نظریں جمائے نوال نے سرشار لہجے میں کہا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

گرمیوں کی گرم دوپہر اپنے عروج پر تھی۔ فل رفتار کے ساتھ چلتا پنکھا گرمی کو مات دینے کی اپنی سی کوشش کر رہا تھا۔ اسد نے جوس کا گلاس خالی کر کے ٹیبل پہ رکھا اور یوں ہی ادھر اُدھر نظر دوڑانے لگا۔ بیٹھک کی دیوار پہ ایک خوبصورت پینٹنگ آویزاں تھی، جس میں قرآن کی آیت کا ترجمہ لکھا تھا۔

"اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ ہے آسمانوں اور زمین میں۔۔"

کتنی گہری بات تھی سوچا جائے تو۔

اسی اثنا میں ملیحہ اندر داخل ہوئیں۔

"سوری بیٹا مجھے آنے میں دیر ہو گئی، آج کام بہت تھا۔"

"کوئی بات نہیں آنٹی، میں آج واپس جا رہا تھا سوچا آپ سے ملتا جاؤں۔"

"بہت اچھا کیا بیٹا۔۔۔ بازو کا زخم بھر گیا کیا۔۔۔؟؟"

"جی آنٹی کافی حد تک ٹھیک ہے اب۔۔۔ دعائیں ہیں آپ لوگوں کی۔۔"

کتنی سنجیدگی اور متانت تھی اُس کے لہجے میں۔۔۔ حالانکہ آج کل کے اُس کے ہم عمر نوجوان کہاں اتنے ادب آداب والے رہے تھے۔ ملیحہ نے اُسے دیکھتے ہوئے سوچا۔

"آنٹی آپ نے یہ پینٹنگ کہاں سے خریدی۔۔؟؟" اسد نے دیوار پہ لگی اُس واحد پینٹنگ کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ میں نے خود بنوائی تھی، میری دوست بہت اچھی پینٹنگ کرتی تھی اُسی سے یہ بنوائی۔"

"بہت زبردست ہے یہ۔۔ ایک لمحے کے لیے تو انسان کو سوچ میں مبتلا کر دیتی ہے۔"

"ہاں بیٹا یہ انسان کو بتاتی ہے کہ کائنات کی ہر چیز خدا کی ملکیت ہے۔ جانتے ہو یہ آیت قرآن پاک میں متعدد بار آئی ہے۔ انسان ہر وقت کسی نہ کسی وجہ سے پریشان ضرور رہتا ہے، کبھی کہتا ہے کچھ کھو گیا، کبھی یہ غم کہ کوئی بچھڑ گیا، کبھی پہلی سی عزت اور شہرت نہیں رہتی اور کبھی دولت میں کمی کے شکوے کرتا دکھائی دیتا ہے۔ تو اللہ انسان سے بار بار ایک ہی بات کہتا ہے۔۔ انسان کو یاد دلاتا ہے کہ۔۔۔ سب کچھ میرا ہے۔۔ تمہارا تو کچھ بھی نہیں۔۔ پھر غم اور شکوہ کیسا۔۔۔؟؟"

"اس لیے جب اللہ کچھ دے تو شکر ادا کرو اور جب کچھ لے لے تو حکمت تلاش کرو۔"

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں آنٹی، انسان اگر اس بات کو ذہن میں رکھے تو کبھی ناشکری نہ کرے۔"

"قرآن ہمیں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے بیٹے، قرآن کو ترجمے کے ساتھ پڑھنے کی کوشش کیا کرو۔ سب کچھ نہ سہی کچھ نا کچھ تو سمجھ آئے گا۔"

"جی آنٹی آج کے اس دور میں قرآن کے مضامین کو سمجھنے کی بہت ضرورت ہے۔"

"اوکے آنٹی میں چلتا ہوں، پھر نکلنا بھی ہے شام سے پہلے۔۔۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔" اسد اُٹھتے ہوئے بولا۔

"اللہ تمہیں اپنی امان میں رکھے بیٹا، اپنا بہت سا خیال رکھنا۔۔۔" ملیحہ اُسے دروازے تک چھوڑنے آئیں۔ وہی مہمانوں کو رخصت کرنے کا مخلص انداز۔۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

سکندر فائلوں پہ سر جھکائے کام میں مصروف تھا جب علیزے اندر داخل ہوئی۔

"کیا بات ہے جناب، آج تو بہت کام کیا جا رہا ہے۔" علیزے بشاش لہجے میں بولتے ہوئے سامنے پڑی کرسی پہ بیٹھ گئی۔

"بس یار اب تو بابا چاہتے ہیں جلد سے جلد سارا بزنس سنبھال لوں، تم سناؤ پروجیکٹ پہ کام کیسا چل رہا ہے۔۔؟؟"

"میں بھی ابھی فائل نجمی صاحب کو دے کر آ رہی ہوں۔ اور کافی کا بہت موڈ ہو رہا ہے، تم جلدی سے کام ختم کر لو تو کافی شاپ پہ چلتے ہیں۔"

"میرا تو ابھی بہت کام رہتا ہے علیزے، ایسا کرتے ہیں یہیں منگوا لیتے ہیں، کیا خیال ہے؟؟۔"

"ٹھیک ہے بھئی جیسے آپ کی مرضی۔۔۔"

"علیزے مجھے تم سے ایک ضروری بات بھی کرنی تھی، بلکہ یوں سمجھ لو کہ تمہیں کچھ بتانا تھا۔"

"ہاں سکندر بولو کیا بات ہے۔۔۔؟؟"

"میں کچھ دن تک پاکستان جا رہا ہوں۔"

"لیکن انکل تمہیں کبھی بھی جانے کی اجازت نہیں دیں گے، تم جانتے ہو۔" علیزے نے اپنی حیرت پہ قابو پاتے ہوئے کہا۔

"اور تمہیں اچانک وہاں جانے کی کیا سوجھی۔"

"میں جانتا ہوں پاپا اجازت نہیں دیں گے، اس لیے میں اُنہیں بتا کر ہی نہیں جاؤں گا بلکہ وہاں جا کر کال کروں گا۔ اور رہی بات میرے جانے کی تو۔۔۔۔ تم جانتی ہو میں ہمیشہ سے پاکستان جانا چاہتا تھا لیکن پاپا کبھی مجھے وہاں نہیں لے کر گئے۔ جب دادا جی کی ڈیتھ ہوئی تو میں نے بہت احتجاج کیا کہ میں بھی جاؤں گا لیکن پاپا نے مجھے یہ کہہ کر سمجھا بجھا دیا کہ اسٹڈیز کا حرج ہو گا۔ اپنے کزنز کو میں صرف انٹرنیٹ کی حد تک جانتا ہوں۔ مجھے لگتا تھا کہ پڑھائی مکمل ہونے کے بعد پاپا مجھے لے جائیں گے، لیکن پاپا کا ایسا کوئی ارادہ

نہیں اور اس لیے مجھے اب اس سے بہتر کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔"

"سکندر میں تو ہمیشہ سے چاہتی ہوں کہ تم اپنی ماما سے ملو، ماں کے بغیر تو انسان ادھورا ہوتا ہے۔ اس کائنات کا سب سے خوبصورت رشتہ۔۔۔ جس کی چاشنی سے تم ابھی تک ناواقف ہو۔"

"علیزے پہلے تو میں یہ سمجھتا تھا کہ صرف ایک ماں ہے جس سے ناواقف رکھا گیا ہے مجھے لیکن اب تو مجھے اُس بہن کی یاد بھی ستاتی ہے جس کا مجھے علم ہی کچھ دن پہلے ہوا ہے۔" آگہی ایک عذاب ہے اور سکندر اُس عذاب سے گزر رہا تھا۔

"میں تمہارے لیے دعا کروں گی سکندر۔۔۔" علیزے نے خلوصِ دل سے کہا۔ اس وقت وہ اتنا اپ سیٹ لگ رہا تھا کہ وہ کچھ اور کہہ ہی نہ پائی اور نہ اپنے اس خدشے کا اظہار کر پائی کہ جن رشتوں نے اسے کبھی ان ماں بیٹی کی خبر نہیں دی تھی نہ جانے وہ پاکستان جانے پہ بھی اُس کا درد سمجھ پاتے یا نہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

صبح سے بارش برس رہی تھی۔ دن میں بھی رات کا سماں لگ رہا تھا۔ رامش کمرے کی کھڑکی سے باہر برستی بارش کو دیکھ رہے تھے۔

بارش کے قطرے آپس میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔ منظر بدلنے لگے تھے۔ وقت کی گھڑی کہیں ماضی میں جا کر رُک گئی تھی۔

یونیورسٹی کے کمرے میں آج اسٹوڈنٹس کی تعداد معمول سے بہت کم تھی۔ وجہ تھی تیز برستی بارش۔۔۔ جو فجر کے وقت شروع ہوئی تھی اور ابھی تک زور و شور سے برس رہی تھی۔

پروفیسر ہاشم نے آج پڑھانے کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔ وہ اسٹوڈنٹس کے ساتھ موسم کو انجوائے کر رہے تھے۔ مختلف موضوعات پہ بحث جاری تھی۔ ایسے میں رامش نے ایک ایسا سوال پوچھا تھا کہ سب اُس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

"پروفیسر محبت اور پسندیدگی میں کیا فرق ہے۔۔۔؟؟"

پروفیسر اُس کے سوال پہ مسکرائے تھے، نوجوانی کی دہلیز پہ کھڑے نوجوانوں کا پسندیدہ موضوع۔۔۔ محبت۔۔۔۔ اُنھوں نے اپنے مخصوص گھمبیر لہجے میں بولنا شروع کیا۔۔۔ اور سب ہمہ تن گوش ہو گئے۔۔۔ باہر برستی بارش نے بھی کان لگا لیے۔۔۔ اور کمرے کے در و دیوار بھی متوجہ ہو گئے۔۔۔

"پسند اُسے کیا جاتا ہے جس میں کوئی خوبی ہو، جب بھی انسان کسی کو پسند کرتا ہے تو اُس کی خوبیوں کی وجہ سے کرتا ہے۔ اور محبت خوبیوں اور خامیوں سے بے پرواہ ہوتی ہے۔ محبوب کی خامیاں ہوں یا خوبیاں۔۔۔ دل سے قبول کی جاتی ہیں۔ مختصر یہ کہ ۔۔۔ محبوب اچھا ہے تو اچھا ہے، برا ہے تو بھی اچھا ہے۔"

اور پروفیسر کی بات پہ بارش جھوم اُٹھی تھی۔ اور رامش کو جواب مل گیا تھا کہ ۔۔۔وہ اُس لڑکی کو صرف پسند نہیں کرتا۔۔۔وہ اُس سے محبت کرتا ہے۔

"لیکن پروفیسر یہ جوانی کی محبت جس کا رواج آج کل چل نکلا ہے۔۔اسلام تو اس کی اجازت نہیں دیتا۔"فیصل نے ایک اور نکتہ اٹھایا تھا۔

"جی بالکل۔۔۔اسلام واقعی راہ روی کی اجازت نہیں دیتا۔ لیکن محبت اگر سوچ سمجھ کے کی جاتی تو شاید کوئی بھی نہ کرتا۔۔۔یہ تو کسی مقدس صحیفے کی طرح دل پہ نازل ہو جاتی ہے۔۔۔بغیر اجازت طلب کیے۔۔۔ آہستہ آہستہ اپنے پاؤں جما لیتی ہے۔"

"لیکن پروفیسر پھر محبت میں گناہ سے کیسے بچا جائے۔۔؟؟"پچھلی سیٹ پہ بیٹھے سمیع نے سوال کیا۔

"محبت ہو جائے تو گناہ نہیں، لیکن اگر محبت میں زبان سے ایسے لفظ نکالے جائیں یا ایسے اعمال کیے جائیں جس سے معاشرے میں شر پھیلنے کا خدشہ ہو پھر محبت گناہ بن جاتی ہے۔ پھر خدا کی طرف سے پکڑ بھی ہو گی اور سزا بھی ملے گی۔۔۔دکھ کی صورت۔۔۔ذہنی اذیت کی صورت۔۔۔۔"

سب گہری سوچ میں تھے۔۔۔اپنے اعمال کا جائزہ لینے میں۔۔۔اپنی محبتوں کو پرکھنے میں۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ملیحہ مٹر کے دانے نکال رہی تھیں اور رفعت بیگم اُن کے پاس بیٹھی تھیں۔ اماں گل کے سر میں ناریل کے تیل کی مالش کر رہی تھیں۔

"ملیحہ آج میں کسی خاص مقصد سے تمہارے پاس آئی ہوں۔"رفعت بیگم ملیحہ کو متوجہ کرتے ہوئے بولیں۔

"جی آپا بولیے۔۔۔میں سُن رہی ہوں۔"

"میں نے بہت عرصہ پہلے تم سے اسد اور عائلہ کے رشتے کی بات کی تھی۔ اور تم نے کہا تھا کہ ابھی بچے چھوٹے ہیں اگر ابھی اُن کے ذہن میں یہ بات ڈال دی تو بچوں کے ذہن پہ اثر پڑے گا۔ لیکن اب تو خیر سے اسد اسلام آباد میں اچھی جاب پہ پوسٹڈ ہے۔ عائلہ بھی ماسٹرز کر رہی ہے۔ میرے خیال میں اب ہمیں منگنی تو کر دینی چاہیے۔ بچے جوان ہیں، لوگ آس رکھتے ہیں۔ منگنی ہو جائے تو لوگوں کو خبر ہو جاتی ہے۔"

ملیحہ جو سبزی چھوڑ کے اُن کی بات سن رہی تھیں۔ پر سوچ انداز میں بولیں۔۔"آپا کہہ تو آپ ٹھیک رہی ہیں، لیکن میرا خیال ہے کہ ایک بار بچوں سے بھی پوچھ لیں۔"

"اماں جان آپ کیا کہتی ہیں۔۔؟"ملیحہ اماں کی جانب رخ موڑتے ہوئے بولیں۔

"بیٹا میرا تو خیال ہے کہ رفعت ٹھیک کہہ رہی ہے، تم لوگ بچوں سے پوچھ لو اگر وہ راضی ہیں تو منگنی کر ڈالو۔"

"بس آپا میں عائلہ سے پوچھ لوں اگر وہ راضی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ ویسے بھی آپا آپ میرے لیے بڑی بہن کی طرح ہیں بلکہ میری سگی بہن بھی ہوتی تو شاید میرا اتنا احساس نہ کرتی۔"ملیحہ نے رفعت کے ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

"بس ملیحہ یہ تو تمہاری محبت ہے ورنہ آج کل تو اپنے بھی اتنا مان نہیں رکھتے۔"رفعت بیگم کے لہجے میں خلوص ہی خلوص تھا اور ملیحہ کے چہرے پہ تشکر تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رامش اور نوال چہل قدمی کر رہے تھے۔ اور سارے دن کی روداد بھی ایک دوسرے کو سنا رہے تھے۔ یہ اُن کی پرانی عادت تھی، وہ بہت چھوٹا تھا جب رامش اُس سے سارے دن کا احوال پوچھتے تھے۔ اور اُس کی ہر چھوٹی سے چھوٹی بات بہت توجہ اور دھیان سے سنتے تھے۔ اب نوال کی عادت اتنی پختہ ہو چکی تھی کہ جب تک انھیں سارے دن کی داستان نہ سنا لیتا اُسے نیند نہیں آتی تھی۔

"بابا کیسے پتا چلتا ہے کہ ہمیں محبت ہو گئی ہے۔؟؟"نوال نے سرسری سے لہجے میں پوچھا۔

"بیٹا آپ کا دل خود آپ کو بتاتا ہے جب آپ کی محبت آپ کے سامنے آ جائے۔ دل خود گواہی دیتا ہے۔ ایک کشش ہوتی ہے جس کی بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔"

"اور بابا اگر محبت ہو جائے تو پھر کیا کرنا چاہیے۔۔؟؟"

"بیٹا جب محبت ہو جائے تو شادی کر لینی چاہیے۔"

"ڈائریکٹ شادی۔۔۔؟؟؟"نوال نے استعجاب سے پوچھا۔

"ہاں بیٹا اسلام ہمیں یہی سبق دیتا ہے کہ اگر آپ کو کوئی پسند آ بھی جائے تو اسے نکاح کا پیغام بھیجا جائے۔"رامش وہیں لان کی کرسیوں میں سے ایک پہ بیٹھتے ہوئے بولے۔

نوال بھی وہیں کرسی پہ بیٹھ گیا۔

"لیکن بابا آج کل کہاں ہوتا ہے ایسا۔۔ آج کل تو لوگ افیئر چلاتے ہیں لمبی بات چیت کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو سمجھتے ہیں پھر شادی کرتے ہیں۔"

"ارے بیٹا میں جانتا ہوں، جہاں تمہیں اتنا کچھ پتا ہے یہ بھی پتا ہو گا کہ ایسے ننانوے فیصد کیسز میں ناکامی ہی ہوتی ہے۔

محبتیں روٹھ جاتی ہیں۔۔ کیونکہ وہ محبتیں ہوتی ہی نہیں۔۔ منگنیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔ لوگ کچھ ہی عرصے میں بھول بھال کے پھر سے زندگی کی رنگینیوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ بیٹا جب انسان خدا کی طے کردہ حدود کو بھول جاتا ہے۔ اپنی من مانی پہ اتر آتا ہے۔۔ تو پھر خدا رشتوں سے محبتیں اٹھالیتا ہے۔۔ اور بیٹا جب ہمیں کوئی ایسی چیز، کوئی ایسی بات خوشی دے رہی ہو جس سے اللہ نے منع فرمایا ہے، تو ایک روز وہی چیز اور وہی بات تمہارے لیے دائمی دکھ کی وجہ بن جائے گی۔" رامش اسے بردباری سے سمجھاتے ہوئے بولے۔

"اب مجھے یہ بتائے میرا بیٹا کہ آج محبت کے موضوع میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہا ہے۔" رامش اس کی آنکھوں میں دیکھ کے مسکراتے ہوئے بولے۔

"بس بابا بہت جلد آپ کو بتاؤں گا۔" نوال ان کے ہاتھ تھامتے ہوئے بولا تو رامش اس کے چہرے پہ پھیلتی محبت کی الوہی چمک کو دیکھ کے رہ گئے۔

نوال نے لائبہ کو ابھی گھر ذکر کرنے سے منع کیا تھا، ورنہ وہ تو بہت پرجوش ہو گئی تھی۔ اُسے اپنے بھائی کی پسند دل و جان سے پسند تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"آج تو تھکا ڈالا پریکٹیکل نے۔۔۔" ۔۔۔امبر بیگ ایک کندھے سے دوسرے پہ منتقل کرتے ہوئے بولی۔

"ہاں یار بھوک سے برا حال ہو گیا ہے۔" عائلہ اُس کے ساتھ چل رہی تھی۔

"السلام علیکم عائلہ کیسی ہو۔۔؟؟" لائبہ ان کے پاس آتے ہوئے بولی۔

"میں بالکل ٹھیک تم سناؤ۔۔۔؟؟" عائلہ بشاشت سے بولی۔

"اللہ کا شکر ہے۔ اور امبر تم سناؤ اپنی۔۔۔؟؟"

"مجھے تو بہت بھوک لگی ہے یار۔۔۔ مت پوچھو آج تو میڈم نے پتا نہیں کس بات کا بدلہ لیا ہے ہم سے۔ ویسے تم آج دکھائی نہیں دی کہاں تھی تم۔۔؟؟" امبر نے تھانیدارانہ انداز میں پوچھا۔

"یار میرا تو آج بالکل موڈ نہیں ہو رہا تھا اتنی بورنگ کلاس لینے کا۔ میں اور حنا تو کلاس بنک کر کے سموسے کھاتے رہے۔" لائبہ ہنستے ہوئے لاپروائی سے بولی۔

"میرا بس چلے تو کبھی یہ کلاس نہ لوں، یہ عائلہ مجھے کھینچ کھانچ کے لے جاتی ہے ورنہ میرا تو کوئی ارادہ نہیں ہوتا۔" لائبہ بے چارگی سے بولی۔

"ہاں کوئی کلاس نہ لوں اور فیل ہو کے دکھاؤں اپنے گھر والوں کو کہ دیکھیں اماں۔۔۔ دیکھیں اسد بھائی۔۔۔ آپ کی بہن فیل ہو کے آئی ہے۔ شرم تو نہیں آئے گی تمہیں۔" عائلہ اسے اچھا خاصا لتاڑتے ہوئے بولی۔

"ارے بابا تم لوگ لڑنا تو بند کرو۔" لائبہ ہنستے ہوئے بولی۔

"اکیس اکتوبر کو میرا برتھ ڈے ہے اور میں تم دونوں کو اپنے گھر انوائٹ کرنے آئی تھی۔ صرف چند قریبی دوستوں کو ہی بلایا ہے۔ اور تم لوگوں کا کوئی بہانہ نہیں سنوں گی۔"

"لیکن لائبہ ہم ایسے نہیں آسکتے، ہمارے گھر والوں کی طرف سے اجازت نہیں ہے۔ اس شہر میں ہمارا گھر ہوتا تو کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن ہم ہاسٹل میں رہتے ہیں۔ یونیورسٹی سے ہاسٹل اور ہاسٹل سے یونیورسٹی۔۔۔ اس کے علاوہ تو کبھی کہیں نہیں گئے۔" عائلہ نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"ہم آئیں گے لائبہ، ضرور آئیں گے۔" امبر کے کہنے پہ عائلہ نے اُسے گھورا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو امبر تمہیں پتا ہے نا گھر والے اجازت نہیں دیں گے۔" عائلہ امبر کو آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ لائبہ کبھی عائلہ کی صورت دیکھ رہی تھی اور کبھی امبر کی۔

"تو گھر بات کر لیں گے نا، اور اگر اجازت نہ ملی تو نہیں جائیں گے۔ لیکن تم ایسے فوراً انکار تو مت کرو۔ کیا پتا گھر سے اجازت مل جائے۔"

"تم لوگ ضرور کوشش کرنا پلیز، مجھے بہت خوشی ہو گی اگر تم لوگ بھی آؤ تو۔" لائبہ اصرار کرتے ہوئے بولی۔

"ہاں بالکل لائبہ ہم کوشش کریں گے۔ ابھی تو کچھ کھانے جا رہے ہیں کیونکہ بھوک سے برا حال ہے۔" امبر نے لائبہ کو یقین دلایا۔

"چلو ٹھیک ہے پھر ملتے ہیں۔"

"تم نے کیوں حامی بھری۔۔۔؟؟" عائلہ نے امبر کو کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "یار عائلہ خدا کا واسطہ ہے کبھی تو اس پڑھائی کے علاوہ بھی کچھ سوچا کرو۔ یہ تمہاری احتیاط والی عادت سے بہت پریشان ہوں۔ تیسرا سال ہے مجھے لاہور میں اور ابھی تک میں مینارِ پاکستان، شاہی قلعہ کچھ نہیں دیکھ پائی۔ کون ہمیں عقل مند کہے۔" امبر نے چہرے پہ افسردگی طاری کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں تو احتیاط اچھی ہوتی ہے۔ یہاں پرائے شہر میں کیا پتا کیسے کیسے لوگ ہوں۔" عائلہ کے چہرے سے ناراضگی جھلک رہی تھی۔

"اچھا پلیز ابھی موڈ ٹھیک کرو۔ گھر بات کریں گے اجازت مل گئی تو چلیں گے اور نہ ملی تو معذرت کر لیں گے۔ پھر خوش۔۔۔؟؟"

امبر کی بات پہ عائلہ نے ہاں میں گردن ہلائی اور دونوں مسکرا دیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

پرانا البم اُن کی شادی کی تصویروں سے بھرا پڑا تھا۔

کتنی خوبصورت لگ رہی تھی وہ دلہن کے روپ میں۔ یوں جیسے آسمانوں سے اتاری گئی ہو۔ لیکن یہ خوبصورتی اُن کی آنکھوں میں نہیں سمائی تھی۔ کیونکہ کسی اور کی محبت پہلے ہی اُن کے دل میں سما چکی تھی۔ پھر بھی وہ اس نئے رشتے کو قبول کرنے پہ مجبور تھے۔۔ یہ اُن کے باپ کی خواہش تھی۔۔۔ اُن کے بیمار باپ کی خواہش۔

ہارون نے شادی کی پہلی رات ہی اُسے باور کروا دیا تھا کہ وہ صرف اُن کی زندگی میں شامل ہوئی ہے۔۔۔ دل پہ پہلے سے کسی کا راج ہے۔

اور وہ صرف خاموشی سے اُنھیں دیکھ کر رہ گئی تھی۔

اُنھیں لگا وہ ابا کو بتائے گی۔۔۔ احتجاج کرے گی۔۔ مگر اُس نے کبھی اپنی زبان نہیں کھولی تھی۔

وہ ابا کے کہے مطابق ہر چار چھ مہینے میں ایک چکر پاکستان کا لگاتے تھے۔ ابا کا اصرار بڑھتا ہی جا رہا تھا وہ چاہتے تھے کہ وہ بیوی کو بھی اپنے ساتھ امریکہ رکھے۔ اس طرح اُسے آئے روز اپنا بزنس چھوڑ کے پاکستان بھی نہیں آنا پڑے گا۔ اور وہ آنا بھی کب چاہتے تھے اگر باپ کی بیماری کا خیال نہ ہوتا۔

اور پھر اللہ نے اُنھیں چاند سے بیٹے سے نوازا تھا۔ اُس نے بالکل باپ کے نین نقش چرائے تھے۔ اُسے بیوی سے بھلے ہی پیار نہیں تھا لیکن بیٹا بہت پیارا ہو گیا تھا۔ اُس کا نام بھی اُس نے خود رکھا تھا۔۔۔ سکندر۔۔۔۔ کیسا شاہانہ نام تھا۔۔۔ سکندر۔۔۔۔ جس نے اپنے باپ کا دل دنیا میں آتے ہی فتح کر لیا تھا۔

اور پھر اُس کے بعد اُن کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی تھی۔۔۔ چھوٹی سی گڑیا۔۔۔ وہ دونوں بچوں سے پیار کرتا تھا۔۔ لیکن وہ امریکہ میں موجود اپنی پہلی بیوی سے بھی بہت محبت کرتا تھا۔

اور پھر باپ کے پرزور اصرار پہ اُسے اپنی بیوی کو امریکہ لے کے جانا پڑا تھا۔ جس پہ اُس کی امریکن بیوی بہت بگڑی تھی۔

لیکن ہارون نے اُسے یہ کہہ کر سمجھا دیا تھا کہ اُن کی پاکستانی بیوی گھر میں موجود سامان کی طرح ہے۔۔۔ بے ضرر۔۔۔ خاموش۔۔۔

اور جینی یہ بات سمجھ گئی تھی۔ ویسے بھی وہ الگ گھر میں رہتی تھی۔ لیکن وہ ہارون کی اولاد سے خائف ہو گئی تھی۔ اور ہارون

کی اولاد کے لیے محبت نے اُسے اندر ہی اندر اچھا خاصا پریشان کر ڈالا تھا۔

وہ اُن کی بیوی کو بھی اکثر پریشان کرنے آجاتی تھی۔ لیکن وہ بھی عجیب عورت تھی۔۔نہ اُسے کچھ کہتی اور نہ پاکستان میں کسی کو بتاتی کہ ہارون نے یہاں بھی شادی کر رکھی ہے۔ وہ جیسے اپنی تقدیر سے سمجھوتہ کر بیٹھی تھی۔

ہارون نے البم بند کیا اور وہیں تکیے سے ٹیک لگا کے آنکھیں موند لیں۔ انھیں آج وہ خاموش۔۔۔خدمت گزار بیوی نہ جانے کیوں یاد آرہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

عائلہ اسائنمنٹ بنانے میں مگن تھی جب امبر کمرے میں داخل ہوئی۔

"عائلہ ایک گڈ نیوز ہے۔"اُس نے جوش سے بولتے ہوئے عائلہ کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

"اچھا کیا نیوز ہے بھئی۔۔۔؟؟"عائلہ اُس کے چہرے پہ پھیلی بے پناہ خوشی کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"امی کا فون آیا تھا۔۔ان سے بات کر کے آرہی ہوں وہ آج ملیحہ آنٹی کے پاس گئی تھیں۔۔اور اُن سے تمہارے اور اسد بھائی کے رشتے کی بات کر کے آئی ہیں۔"امبر خوشی سے مسرور لہجے میں کہہ رہی تھی اور عائلہ ہونق بنی اُس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"میرے اور اسد بھائی کے رشتے کی بات۔۔۔؟؟ یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔۔۔؟؟"عائلہ حیرت زدہ سی اُس کا پر جوش چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"ارے پاگل اب بھائی تو نہ بولو۔ اب تو وہ تمہارے مجازی خدا ہوں گے۔"امبر نے اُسے گھُرکتے ہوئے کہا۔

"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔۔۔؟؟"عائلہ قدرے غصے سے بولی۔

"وہ میرے بھائی ہیں، تم ایسا سوچ بھی کیسے سکتی ہو۔"حیرت اور غصے کے ملے جلے تاثرات کی وجہ سے عائلہ سے بات کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ لیکن امبر اُس کی بات سُن ہی کہاں رہی تھی۔

"شادی سے پہلے بھائی ہی ہوتے ہیں سب۔۔۔"امبر نے جیسے ناک سے مکھی اڑائی تھی۔

عائلہ کچھ لمحے چپ چاپ اُسے دیکھتی رہی اور پھر اچانک اُٹھ کے کمرے سے باہر نکل گئی۔ امبر اُسے پیچھے سے آوازیں دیتی ہی رہ گئی۔

ہاسٹل کے لان میں کچھ اسٹوڈنٹس چہل قدمی کر رہی تھیں۔ وہ اُن سے قدرے دور درخت تلے رکھے بنچ پر بیٹھ گئی۔ بے یقینی سی بے یقینی تھی۔ ایسا کیسے سوچ سکتے ہیں سب۔ وہ ہمیشہ سے انھیں بھائی کا درجہ دیتی آئی۔ امبر کی طرح وہ بھی انھیں بھائی کہتی

تھی اور صرف کہتی نہیں تھی بلکہ سمجھتی بھی تھی۔ اُس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔ اس وقت وہ کچھ بھی سوچنے سمجھنے سے قاصر تھی۔

"کیا ہو گیا ہے عائلہ۔۔۔؟؟" امبر اُس کے ساتھ آ کے بنچ پہ آ بیٹھی۔ عائلہ یوں ہی سر ہاتھوں میں دیے بیٹھی رہی۔

"عائلہ تمہیں خوشی نہیں ہوئی۔؟؟" امبر نے اُس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"امبر وہ میرے بھائی ہیں۔۔ جیسے وہ تمہارے بھائی ہیں۔" عائلہ کے لہجے میں عجیب سا دکھ تھا جیسے کوئی اپنا نقطہ نظر سمجھانے سے قاصر ہو۔

"تم بھائی سے محبت نہیں کرتی۔۔۔؟؟" امبر نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"بالکل کرتی ہوں۔ لیکن ویسی ہی محبت۔۔ جیسی تم ان سے کرتی ہو۔ ایک بہن کی ایک بھائی سے کی جانے والی محبت۔"

امبر اُس کی بات پہ چپ چاپ اُسے دیکھتی رہی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"عامر جاؤ سکندر کو دیکھو آج نیچے آنے میں اتنی دیر کیسے ہو گئی۔" ہارون صوفے پہ بیٹھ کے اخبار کھولتے ہوئے بولے۔

"صاحب جی وہ تو آج صبح ہی صبح کہیں نکل گئے، بڑا بیگ بھی پکڑ رکھا تھا۔ اور آپ کے لیے یہ دے کر گئے ہیں۔"

عامر کی بات پہ ہارون نے اخبار بند کر کے ٹیبل پہ رکھا اور حیرت زدہ سے انداز میں عامر کے ہاتھ سے چھوٹی سی چِٹ لے لی۔

"بابا میں پاکستان جا رہا ہوں۔ مزید انتظار نہیں کر سکتا۔ بہت جلد لوٹ آؤں گا۔ مجھے امید ہے کہ آپ میری اس حرکت پہ خاصے برہم ہوں گے۔ لیکن بابا پلیز مجھے حدوں میں قید کرنے کی کوشش نہ کریں۔"

ہاتھ میں پکڑی تحریر نے اُن کا دماغ بھک سے اڑا دیا تھا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایک روز وہ یوں انھیں بغیر بتائے پاکستان چلا جائے گا۔

ماؤف ہوتے ذہن کے ساتھ انھوں نے سکندر کا نمبر ڈائل کیا جو پاور آف جا رہا تھا۔

دو تین بار ٹرائی کرنے کے بعد انھوں نے علیزے کا نمبر ڈائل کیا۔ کچھ دیر بیل بجنے کے بعد کال پِک کر لی گئی۔

"السلام علیکم انکل کیسے ہیں آپ۔۔؟؟" دوسری طرف علیزے کی ہشاش بشاش سی آواز سنائی دی تھی۔

"بیٹا کہاں ہو آپ۔۔؟؟" ہارون نے قدرے عجلت میں اُس سے پوچھا تھا۔

"انکل میں تو آفس ہوں۔" علیزے نے اپنی آواز کو حتی المقدور متوازن رکھا تھا۔

"اور سکندر کہاں ہے۔۔؟؟"

"وہ تو ابھی تک آفس نہیں آیا۔ صبح کال آئی تھی کہ شاید آج نہ آسکوں تو معاملات فریڈی کے ساتھ مل کے سنبھال لینا۔ علیزے نے سکندر کے بزنس پارٹنر فریڈی کا ذکر کیا۔"

"کیا تمہیں علم ہے کہ وہ کہاں ہے اس وقت۔۔؟؟" ہارون نے اپنی آواز کو نارمل رکھتے ہوئے کہا۔

"انکل اپنے کسی دوست کی طرف ہو گا۔"

"خیریت ہے آپ مجھے کچھ پریشان لگ رہے ہیں۔؟" علیزے نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"جی بیٹا خیریت ہے، ٹھیک ہے میں فون رکھتا ہوں۔ اللہ حافظ۔"

ہارون نے عجلت میں کال بند کی اور پھر سے سکندر کے نمبر پہ کال کرنے لگے جو مسلسل پاور آف جارہا تھا۔ کچھ دیر وہیں لاؤنج میں چکر کاٹنے کے بعد وہ گاڑی کی چابی لے کر باہر نکل گئے۔

دوسری طرف آفس میں بیٹھی علیزے موبائل ہاتھ میں لیے گم سم بیٹھی تھی۔ آج زندگی میں پہلی بار اُس نے کسی بڑے سے جھوٹ بولا تھا۔ سکندر کی خوشی کے لیے علیزے نے انکل سے وہی کچھ کہا تھا جو سکندر نے اُسے کہنے کو کہا۔ اُس نے ہارون کو نہیں بتایا تھا کہ وہ ابھی ابھی سکندر کو ایئرپورٹ ڈراپ کر کے آئی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

لائبہ کتابوں میں سر دیے بیٹھی ٹیسٹ کی تیاری کر رہی تھی جب نوال دروازے پہ دستک دے کے اندر داخل ہوا۔

اُسے دیکھ کے لائبہ کے چہرے پہ مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"سناؤ سسٹر۔۔۔ پلان پہ کام کیا یا نہیں۔؟" نوال کتابیں ایک طرف کرتا ہوا بیڈ پہ بیٹھ گیا۔

"بھائی میں نے بات کی تھی عائلہ سے اور امبر سے۔۔۔ عائلہ نے تو فٹ انکار کر دیا۔ لیکن شکر ہے امبر نے حامی بھر لی۔ لیکن وہ یہی کہہ رہی تھیں کہ گھر سے اجازت ملی تو آئیں گی ورنہ معذرت۔۔"

"اللہ کرے مل جائے اجازت۔۔ ورنہ کوئی اور بہانہ ملنا مشکل ہے۔" نوال نے صدقِ دل سے دعا کی۔

"آپ نے بابا کو بتادیا۔۔۔؟؟" لائبہ اب پوری طرح نوال کی طرف متوجہ تھی۔

"ابھی نہیں بتایا۔۔۔ کچھ دن میں بتادوں گا۔"

"جوس بنالاؤں آپ کے لیے۔۔؟؟" لائبہ نے بھائی کے تھکن زدہ چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں امی بنارہی ہیں۔۔ تم ٹیسٹ کی تیاری کرو۔ ویسے بھی مشکل سے پاس ہوتی ہو۔" نوال شرارتی انداز میں کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں پاسنگ مارکس والی ہی سہی۔۔۔بھابھی تو میری ٹاپر ہے۔" لائبہ ہنستے ہوئے بولی۔ تو کمرے کے درودیوار نوال کے جاندار قہقہے سے گونج اٹھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اسد اور فرخ آفس سے واپس جا رہے تھے۔ ان کی رہائش آفس کے قریب ہی پندرہ بیس منٹ کی واک پہ تھی اس لیے دونوں چہل قدمی کرتے ہوئے آجاتے تھے۔ اس وقت بھی فٹ پاتھ پہ چل رہے تھے۔ سڑک پہ گاڑیوں کا ایک اژدھام تھا اور فٹ پاتھ پیدل چلنے والوں سے بھرا پڑا تھا۔ اسی اثنا میں اسد کے موبائل کی رنگ ٹون بجی۔

"امی کی کال ہے۔۔" اسد نے سکرین پہ دیکھتے ہوئے کہا اور کال پک کر لی۔

"السلام علیکم۔۔۔کیسی ہیں امی جان۔۔۔؟؟"

"میں بالکل ٹھیک بیٹا تم سناؤ کیسے ہو۔۔؟؟"

"آپ کی دعائیں ہیں۔"

"تمہیں ایک اہم بات بتانے کے لیے فون کیا ہے۔" رفعت بیگم دبے دبے جوش کے ساتھ بولیں۔

"میں نے ملیحہ سے تمہارے اور عائلہ کے رشتے کی بات کی ہے۔" رفعت بیگم کی خوش گوار لہجے میں دی گئی خبر پہ اسد الرٹ ہو گیا۔ آس پاس گزرتی گاڑیاں کا شور کہیں گم سا ہو گیا تھا۔

"پھر کیا کہا انھوں نے۔۔۔؟؟" اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔

"بیٹا اسے تو کوئی اعتراض نہیں۔۔۔بس رسمی طور پہ ایک بار عائلہ سے پوچھنا چاہتی ہے۔ میں نے کہا ہے جلد ہی منگنی کر دیں گے اور جیسے ہی عائلہ کا ماسٹرز مکمل ہو تو شادی کر دیں گے۔ بلکہ میں نے تو سوچ رکھا ہے کہ امبر کی اور تمہاری شادی ایک ساتھ ہی کر دوں گی۔" رفعت بیگم تو جیسے پوری پلاننگ کیے بیٹھی تھیں۔

"ٹھیک ہے امی جیسے آپ کی خوشی۔۔۔۔" اسد اپنی خوشی پہ قابو پاتا ہوا سعادت مندی کے ساتھ بولا۔

"جیتے رہو میرے بچے۔۔۔میں اب فون رکھتی ہوں۔ اپنا خیال رکھنا اور کھانا وقت پہ کھانا۔" انھوں نے ہزاروں بار کی ہوئی نصیحت دہرائی تو اسد اُن کی ممتا بھری فکر مندی پہ مسکرا دیا۔

"جی امی آپ فکر نہیں کریں۔۔۔" اور پھر چند رسمی جملوں کے بعد اس نے فون بند کر دیا۔

اب اس کے چہرے پہ محسوس کی جانے والی خوشی تھی۔

"کیا ہوا میرے بھائی۔۔کیا کہہ رہی تھیں آنٹی۔۔؟؟ کافی خوش لگ رہے ہو۔۔۔؟؟" فرخ اُس کے چہرے پہ نظریں

جماتے ہوئے بولا۔

"میرا دل چاہ رہا ہے یہاں سڑک پہ بھنگڑا ڈالوں۔۔۔" اسد کی بات پہ فرخ چلتے چلتے ایک دم سے رک گیا تھا۔ پھر اسد کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔۔۔ "اتنی بے یقینی شاید مجھے اس وقت بھی نہ ہو جب انڈیا اپنی حرکتوں سے باز آجائے۔۔ جتنی اس وقت تمہاری بات سن کے ہو رہی ہے۔ بھائی تم تو مسکراتے بھی عید کے عید ہو اور سڑک پہ بھنگڑا ڈالنے کی بات۔۔۔ اُف۔۔۔"

فرخ کی بات پہ اسد نے ایک جاندار قہقہہ لگایا۔

"ارے یار سامنے سے تو ہٹ۔۔۔ لوگ دیکھ رہے ہیں۔ بتاتا ہوں تمہیں کیا ہوا ہے۔"

اور پھر ساری بات سننے کے بعد فرخ نے خوشی سے بلند نعرہ لگایا جس پہ پاس سے گزرتے لوگوں نے مڑ کے انھیں حیرت سے دیکھا تھا۔

"یعنی کہ فائنلی اب میرے یار کی شادی ہونے والی ہے۔" فرخ ایک بہترین دوست کی طرح اسد کی خوشی پہ اسد سے زیادہ خوش دکھائی دے رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ہاسٹل کے کمرے میں اس وقت میک اپ کا سامان یہاں وہاں بکھرا پڑا تھا۔ امبر اور عائلہ لائبہ کی برتھ ڈے پارٹی میں جانے کی تیاری کر رہی تھیں۔ امبر نے ہی اپنی امی اور عائلہ کی امی سے جانے کی اجازت لی تھی۔ تھوڑی سی پس و پیش کے بعد انھوں نے جانے کی اجازت دے دی تھی۔ وہ چار لڑکیاں یونیورسٹی سے لائبہ کے گھر جانے کے لیے تیار ہوئی تھیں۔ امبر اور عائلہ کے علاوہ باقی دو لڑکیاں مقامی تھیں اور وہ پہلے بھی لائبہ کے گھر جا چکی تھیں اس لیے امبر اور عائلہ آج انھی کے ساتھ وہاں جا رہی تھیں۔

عائلہ نے رائل بلیو کلر کا گھیر دار فراک پہن رکھا تھا اور بال سادہ چوٹی میں گوندھ رکھے تھے جبکہ امبر نے چوڑی دار پاجامے کے اوپر سبز لانگ شرٹ پہن رکھی تھی۔

"امبر بس بھی کر و اب یہ پینٹنگ۔۔۔۔ تم کون سا کسی کی شادی میں شرکت کرنے جا رہی ہو۔" عائلہ جو بیڈ کے کونے پہ بیٹھی تھی قدرے کوفت سے بولی۔ وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے امبر کی تیاریاں دیکھ رہی تھی جو مکمل ہونے میں ہی نہیں آ رہی تھیں۔

"ارے بھئی پہلی بار کسی کے گھر جا رہے ہیں یوں ہی تمہاری طرح منہ اٹھائے تو نہیں جا سکتی"۔ اُس نے عائلہ کی طرف گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ جس کی مکمل تیاری ہلکی سی لپ اسٹک تھی۔

"مجھے یوں گھورنے کی ضرورت نہیں۔۔۔ میں ایسے ہی اچھی ہوں۔ تم اپنی تیاری پہ توجہ دو۔ جلدی جائیں گے تو ہی جلدی واپس آئیں گے نا۔ مجھے تو ویسے بھی عجیب سی ٹینشن ہو رہی ہے۔" عائلہ قدرے گھبراہٹ کا شکار تھی۔

"خدا کا واسطہ ہے عائلہ۔۔۔بی بریو۔۔۔ہم دوست کے گھر جا رہے ہیں کوئی بینک لوٹنے نہیں جا رہے جو یوں منہ پہ بارہ بجا رکھے ہیں۔" امبر اسے گھرکتے ہوئے بولی۔ اور پھر آئینے میں خود پہ ایک توصیفی نظر ڈال کے عائلہ کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"کیسی لگ رہی ہوں میں۔۔۔؟؟"

"بہت پیاری لگ رہی ہو۔۔"

اور پھر دونوں نے ہینڈ بیگ لیے اور کمرہ لاک کر کے باہر کی طرف چل دیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

جیسے ہی جہاز لینڈ ہوا۔ سکندر کے دل کو ایک عجیب سے احساس نے گھیر لیا۔ اسلام آباد ایئرپورٹ سے نکلتے ہی اس نے ایک گہری سانس لی۔ وہ اس وقت اس پاک سرزمین پہ کھڑا تھا جہاں اُس کے ماں باپ کا بچپن گزرا تھا۔ جہاں اُن کا ملن ہوا تھا اور جہاں آج بھی اس کی ماں اور اُس کی بہن بستی تھی۔

ٹیکسی والے کو اُس نے کسی بھی اچھے ہوٹل چلنے کو کہا تھا۔ ٹیکسی میں بیٹھ کے وہ باہر بھاگتی زندگی دیکھ رہا تھا۔ اسے یہاں کی ہر چیز اچھی لگ رہی تھی۔ سڑکیں۔۔۔لوگ۔۔۔۔سب کچھ۔۔۔اسے ہر چیز سے انسیت محسوس ہو رہی تھی۔

اور پھر ٹیکسی ڈرائیور نے ایک ہوٹل کے سامنے گاڑی روک دی تھی۔ وہ کرایہ دے کے ٹیکسی سے اتر آیا۔ اور پھر ہوٹل میں اپنے لیے ایک کمرہ بک کرا لیا تھا۔ ہوٹل کے کمرے میں اپنے بیگ سے کپڑے نکالے اور فریش ہونے کے بعد نیچے چلا آیا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ اس نے پاکستان کی مشہور زمانہ بریانی کھائی۔ اور پھر کتنی ہی دیر وہیں بیٹھا آس پاس مختلف ٹیبلز پہ بیٹھے لوگوں کو دیکھتا رہا تھا۔ ہر کوئی بے فکر خوش گپیوں میں مصروف تھا۔ آج وہ بھی خود کو پر سکون محسوس کر رہا تھا۔ اسے پاکستان آتے ہی یوں لگا تھا جیسے وہ ماں کی گود میں آ گیا ہو۔ اور پھر ساری فکر اور پریشانی جیسے کہیں دور جا سوئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

مغرب کے بعد کا وقت تھا۔ گھر کے لان میں ہی پارٹی کا ارینجمنٹ کیا گیا تھا۔ بہت زیادہ لوگ مدعو نہیں تھے۔ بس کچھ قریبی رشتے دار تھے اور لائبہ کے یونیورسٹی کے دوست تھے۔

عائلہ اور امبر بھی لان میں رکھی کرسیوں پہ بیٹھی تھیں۔ لائبہ نے ان کی آمد پہ بہت خوشی کا اظہار کیا تھا۔

نوال گاہے بگاہے لان کا چکر لگا رہا تھا۔ عائلہ دوسری بہت سی لڑکیوں میں سب سے منفرد لگ رہی تھی۔ جہاں سب کے چہرے میک اپ زدہ تھے وہاں وہ سادہ سی سر پہ سلیقے سے دوپٹہ اوڑھے سب سے مختلف لگ رہی تھی۔ چہرے پہ متانت بھری سنجیدگی تھی۔

"آئیں بھیا آپ کا تعارف کرواؤں۔۔۔"

"شکر ہے تمہیں خیال تو آیا۔"

اور لائبہ اسے لیے اس ٹیبل کی طرف چلی آئی تھی جہاں اس کی یونیورسٹی کی سبھی فرینڈز بیٹھی تھیں۔

"دوستوں۔۔۔ان سے ملو۔۔۔یہ میرے اکلوتے بھائی اور بیسٹ فرینڈ ہیں۔۔۔نوال بھیا۔"

لائبہ کی آواز پہ عائلہ نے سر اٹھا کے دیکھا تھا اور پھر سلام کیا تھا۔

دوسری ٹیبل پہ بیٹھی مونا نے دل ہی دل میں لائبہ کو کوسا تھا۔

"بھلا کیا ضرورت ہے نوال کو اپنی دوستوں سے ملوانے کی۔"

اور پھر وہ بھی ان کی ٹیبل پہ چلی آئی تھی۔

"اور میں ان کی پھپھو کی بیٹی ہوں مونا الیاس۔۔۔"اس نے خود ہی بے تکلفی سے اپنا تعارف کرایا تھا۔

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔"امبر نے خوش دلی سے کہا۔

اور پھر نوال اُن سے معذرت کر کے اندر کی طرف چلا گیا تھا۔

مونا بھی واپس اپنی ٹیبل پہ جا بیٹھی اور لائبہ کرن کے بلانے پہ ان کی طرف چل دی۔

"یہ موصوفہ کب سے اس ساتھ والے ٹیبل پہ بیٹھی ہیں۔پہلے تو انھیں خیال نہیں آیا تعارف کا۔جب کزن آیا تو فوری چلی آئیں۔"امبر نے عائلہ کے کان میں سرگوشی کی۔

"ارے چھوڑو بھئی ہمیں کیا۔۔۔"عائلہ لاپرواہی سے بولی اور ارد گرد دیکھنے لگی۔

اسی اثنا میں رامش لان میں داخل ہوئے تھے اور کونے کی ٹیبل پہ بیٹھی عائلہ کو دیکھ کے اُن کی نظریں واپس پلٹنا بھول گئیں تھیں۔

یہ نظر کا دھوکہ نہیں ہو سکتا۔وہ اسے لاکھوں میں بھی پہچان سکتے تھے۔لیکن اتنے سال گزرنے کے بعد۔۔۔رامش نے پلکیں جھپکیں لیکن سامنے کا منظر نہیں بدلا تھا۔وہ ساتھ والی لڑکی کی کسی بات پہ مسکرا رہی تھی۔وہی مسکراہٹ۔۔وہی نین نقش۔۔۔

وہ دم بخود سے اسے دیکھ رہے تھے۔اور پھر ان کے قدم بے اختیاری طور پہ اُس ٹیبل کی طرف بڑھ گئے۔

"ایکسکیوز می۔۔۔آپ۔۔۔"انھوں نے براہِ راست عائلہ کو مخاطب کیا تھا۔

"رامش کی آواز پہ اس نے حیرت سے نظریں اٹھائیں۔"

اسی وقت ساتھ بیٹھی فاریہ نے انھیں سلام کیا تھا وہ لائبہ کی دوست تھی اور پہلے بھی ان کے گھر آتی رہتی تھی۔ وہ رامش سے بھی واقف تھی۔

"السلام علیکم انکل۔۔۔میں عائلہ ہوں۔۔۔لائبہ کی دوست۔۔۔" عائلہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی تھی۔

"وعلیکم السلام۔۔۔۔بیٹھو بیٹا۔۔۔" رامش نے بمشکل کہا اور ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے سست قدم اٹھاتے اندر کی طرف چل دیے۔عائلہ حیرت زدہ سی واپس بیٹھی گئی۔ جبکہ امبر اور باقی لڑکیاں بھی ان کے عجیب و غریب رویے پہ حیرت زدہ لگ رہی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ہارون آؤ کھانا کھالو۔۔" فاروق نے ہارون کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا جو سر ہاتھوں میں دیے بیٹھے تھے اور بہت پریشان لگ رہے تھے۔ صبح جب انھیں کچھ سمجھ میں نہ آیا تو وہ اپنے قریبی دوست فاروق کی طرف چلے آئے تھے۔ فاروق بھی سکندر کی اس حرکت پہ بہت حیران تھے۔ لیکن وہ اب کیا کرسکتے تھے۔

"نہیں یار مجھے بالکل بھوک نہیں ہے۔" ہارون بوجھل آواز میں بولے۔

"دیکھو ہارون تم اپنی جگہ ٹھیک ہو لیکن مجھ سے پوچھو تو سکندر بھی غلطی پر نہیں ہے۔ اولاد جب جوان ہو جائے تو اسے مار پیٹ کے کسی کام سے روکنے کی بجائے لاجک دینی پڑتی ہے۔ کیونکہ ایک نوجوان کا دماغ صرف دلیل مانتا ہے۔اُس کے علاوہ اسے کوئی چیز اپنے ارادے سے باز نہیں رکھ سکتی۔ اب تم ایسا کرو کہ پانی تو سر سے گزر ہی چکا ہے۔ تم اسے ملنے دو اپنی ماں سے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ پاکستان پہنچ کے تمھیں کال ضرور کرے گا کیونکہ اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ وہاں موجود رشتہ داروں کا ایڈریس تک تو وہ جانتا نہیں۔ تو اب اس کے فون کا انتظار کرو اور پھر اسے پیار سے سمجھاؤ اور اس کا ساتھ دو۔ بلکہ ہو سکے تو پاکستان چلے جاؤ۔"

فاروق کی آخری بات پہ ہارون نے پر سوچ نظروں سے انھیں دیکھا تھا۔

"شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مجھے اس مسئلے کا کچھ اور حل نکالنا چاہیے تھا۔ اور اب جبکہ وہ پاکستان جا ہی چکا ہے تو میں اس کے خلاف جا کے اسے کھو نہیں سکتا۔ کیونکہ اس کے علاوہ اب میرے پاس بچا ہی کیا ہے۔" بات کے اختتام پہ وہ آزردہ دکھائی دے رہے تھے۔

"مجھے ایک کپ کافی بنوا دو۔" ہارون نے کاؤچ کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔

"میں عذرا سے کہتا ہوں۔۔۔اور پھر کافی پی کے تم کچھ دیر آرام کر لو۔"

فاروق کی بات پہ ہارون نے گردن ہلا دی تھی۔ اب وہ آگے کا لائحہ عمل سوچ رہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

پارٹی بہت زبردست رہی تھی۔ لیکن کافی دیر ہوگئی تھی۔ جن لڑکیوں کے ساتھ وہ یونیورسٹی سے آئی تھیں وہ اب یہاں سے سیدھی اپنے گھر چلی گئی تھیں اور عائلہ اور امبر کو ایک نئی پریشانی نے آگھیرا تھا کہ وہ اب اتنی رات گئے اکیلے کیسے واپس ہاسٹل جائیں۔ امبر نے لائبہ سے اپنی پریشانی کا تذکرہ کیا تھا۔

"ارے بھئی یہ بھی کوئی پریشان ہونے والی بات ہے تم لوگ فکر نہیں کرو نوال بھائی چھوڑ آتے ہیں۔"

لائبہ اندر جا کے نوال کو بلا لائی تھی جو اس بات پہ اچھا خاصا خوش ہو گیا تھا۔

"دیکھ لو لائبہ قدرت تمہارے بھائی کا ساتھ دے رہی ہے۔"

لائبہ اس کی بات پہ ہنس دی تھی۔

"ارے جائیں بھائی وہ دونوں ویسے ہی ٹائم دیکھ دیکھ کے اچھی خاصی پریشان ہیں۔"

اور نوال گاڑی کی چابی کمرے سے اٹھا لایا تھا۔

واپسی پہ لائبہ کے پیرنٹس سے ملتے ہوئے عائلہ نے نوٹ کیا تھا لائبہ کے فادر اسے الجھن بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے یوں جیسے کسی کشمکش میں ہوں۔ امبر نے بھی یہ بات محسوس کی تھی۔

واپسی کا راستہ خاموشی سے کٹا تھا۔ وہ دونوں سارا راستہ خاموش رہی تھیں۔

گاڑی سے اتر کے دونوں نے نوال کا شکریہ ادا کیا تھا۔ جس پہ وہ خوش دلی سے مسکرا دیا۔ یہ اس کی زندگی کا ایک یادگار سفر تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

گھر میں گل کی شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں۔ ملیحہ اور گل کا سارا سارا دن بازاروں میں گزر رہا تھا۔ کبھی رفعت بھی ان کے ساتھ ہوتیں۔ رفعت گھر پہ بھی ملیحہ کا ہاتھ بٹانے آجاتی تھیں۔ اماں آج کل یوں ہی بات بے بات رونے لگتیں اور ان کی حالت دیکھ کے گل بھی خود پہ قابو نہیں رکھ پاتی تھی۔ وہ آج کل عائلہ کی بہت کمی محسوس کر رہی تھی۔ عائلہ نے بہت جلد آنے کا وعدہ کیا تھا۔

آج کا سارا دن بھی شاپنگ کی نظر ہو گیا تھا۔ رفعت اور ملیحہ آج زیورات کی خریداری کر کے لائی تھیں۔ اور اب اماں بی کو دکھا رہی تھیں۔

"ارے بیٹا کیوں اتنا پیسہ خرچ کر رہی ہو۔ چار کپڑوں میں بیاہ دینا تھا۔"

"ارے اماں کیسی باتیں کرتی ہیں آپ۔۔ بیٹیوں پہ خرچ کرنے سے تو ماں باپ کو خوشی ہوتی ہے۔ اور یہ تو پھر شادی بیاہ کا

موقع ہے۔ جتنی میری بساط ہے اتنا تو ضرور خرچ کروں گی۔ میں عائلہ اور گل میں کوئی فرق نہیں رکھتی۔"

"بیٹا میں تو اس لیے کہہ رہی ہوں کل کو عائلہ کی شادی بھی کرنی ہے۔ اور تم اکیلی جان کیا کیا کرو گی۔"

"اماں فکر نہیں کریں۔۔ اللہ بہتر کرے گا۔ اللہ پہ بھروسہ کریں تو وہ کبھی اسے ٹوٹنے نہیں دیتا۔"

"عائلہ سے یاد آیا۔۔۔ تم نے عائلہ سے رشتے کی بات کی۔۔؟؟" رفعت بیگم زیورات چھوڑ کے ملیحہ کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"آپا ابھی تو نہیں کی۔ میں نے کہا جب آئے گی تو ہی کروں گی۔ ایسی باتیں فون پہ کہاں کرنے والی ہوتی ہیں۔"

"لیکن میں نے تو امبر کو بتا دیا تھا۔ اسی روز اس کا فون آیا تو بس مجھ سے رہا نہیں گیا۔ میں نے اسد کو بھی بتا دیا ہے۔"

"کیا پتا آپا امبر نے بات کی ہو عائلہ سے۔ میری تو کافی دن سے بات بھی نہیں ہو پائی۔ گل کو ہی میسج کر دیتی ہے وہ۔ اور گل نے بھی اس بات کا تذکرہ نہیں کیا۔" ملیحہ پر سوچ انداز میں بولیں۔

"ارے یہ لڑکیاں اپنی باتیں بتاتی بھی تو نہیں ہیں۔ اکثر ماں باپ سے بھی چھپا جاتی ہیں۔" رفعت بیگم بولیں۔

"اچھا چھوڑیں جب آئے گی تو خود ہی بات کروں گی اُس سے۔۔ اماں آپ یہ ڈیزائن دیکھیں کیسا ہے۔" ملیحہ ایک اور جیولری باکس کھولتے ہوئے بولیں۔

اور کچن کی کھڑکی سے ان کی باتیں سنتی گل کو عائلہ سے کل رات کی گئی بات یاد آ گئی۔ وہ اس رشتے کے لیے بالکل راضی نہیں تھی۔ لیکن اس نے ابھی ملیحہ بیگم کو بتانے سے منع کیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ہوٹل کے کمرے میں بیٹھے دونوں نفوس پہلی بار ایک دوسرے سے ملے تھے۔ سوشل میڈیا کی بدولت رابطہ تو تھا لیکن یہ دونوں کی پہلی ملاقات تھی اور دونوں ہی عجیب صورتحال کا شکار تھے۔

یہ فرحان تھا۔۔ سکندر کی پھپھو کا بڑا بیٹا۔۔ سکندر نے امریکہ سے نکلنے سے پہلے اسے اعتماد میں لیا تھا۔ تھوڑی پس و پیش کے بعد فرحان نے سکندر کی مدد کرنے کی حامی بھر لی تھی۔

"سکندر بھائی امی نے کبھی مامی کا ذکر نہیں کیا ہمارے سامنے۔۔ لیکن پھر بھی جتنی معلومات مجھے مل سکیں وہ میں آپ کو بتا چکا ہوں۔"

"کوئی بات نہیں فرحان۔۔ یہاں ہم سب ہی اندھیرے میں ہیں۔ بس ابھی تم گھر پہ کسی کو نہ بتانا جب تک میں نہ کہوں۔" سکندر نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

پھر وہ لوگ کچھ دیر ادھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔ فرحان اسے پاکستان میں موجود دوسرے رشتہ داروں کے بارے میں بتاتا رہا اور موبائل پہ تصویریں بھی دکھاتا رہا۔ وہ ان میں سے کچھ لوگوں کو جانتا تھا۔ لیکن کافی سارے چہرے اس کے لیے انجان تھے۔

فرحان کے جانے کے بعد وہ وہیں بیڈ پہ آڑا ترچھا لیٹ گیا۔ فرحان کے کہے مطابق اس کی ماں ہارون کی تایازاد تھی۔ ہارون ہائر اسٹڈیز کے لیے امریکہ گئے تو وہیں کسی گوری کے ساتھ شادی کرلی۔ لیکن یہ شادی گھر والوں سے خفیہ رکھی۔ بعد میں جب ایک کار ایکسیڈنٹ میں اُس کی ماں کے والدین چل بسے تو ہارون کو پاکستان بلا کے اُن دونوں کی شادی کر دی گئی۔ سکندر اور اُس کی بہن کی پیدائش کے بعد ہارون اپنے باپ کے اصرار پر بیوی کو امریکہ لے گئے۔

لیکن چند سالوں کے بعد نہ جانے کس بات کو لے کر جھگڑا ہوا اور ہارون کی بیوی اپنی بیٹی کے ساتھ پاکستان آ گئیں۔

وہ سکندر کو اپنے ساتھ کیوں نہیں لائی تھیں۔۔۔ یہ بات ابھی تک معمہ ہی تھی۔ اور وہ اس وقت کہاں تھی یہ سب سے بڑا معمہ تھا۔

سکندر کو فرحان سے خاطر خواہ معلومات نہیں مل سکیں تھیں۔ امریکہ میں اپنے باپ سے رابطہ کرنا اُس کے لیے ناگزیر ہو گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ دونوں جب ہاسٹل داخل ہوئیں تو رات گہری ہو چکی تھی۔ تھکن سے دونوں کا برا حال تھا۔ وارڈن نے بھی دونوں کو خشمگیں نظروں سے گھورا تھا۔

"ہمیں وہاں سے جلدی نکل آنا چاہیے تھے۔" عائلہ نے امبر کے کان میں سرگوشی کی۔

"اب برتھ ڈے پارٹی میں گئے تھے تو کیک کھا کے ہی واپس آنا تھا نا۔۔۔ ایسے ہی تو نہیں اٹھ کے آ سکتے تھے۔" امبر نے وارڈن کو مکمل نظر انداز کیا اور کمرے کی طرف چل دی۔ عائلہ بھی اُس کے پیچھے قدم بڑھا رہی تھی۔

کمرے میں پہنچ کے دونوں نے سکون کا سانس لیا۔ اور چینج کرنے کے بعد سونے کے لیے لیٹ گئیں۔

"عائلہ ایک بات نے مجھے کافی الجھن میں مبتلا کر رکھا ہے۔" امبر کی آواز کمرے کی گھمبیر خاموشی میں گونجی۔

"کون سی بات۔۔؟؟" عائلہ نے آنکھوں سے بازو ہٹاتے ہوئے کہا۔

"لائبہ کے فادر نے جس طرح تمہیں مخاطب کیا۔۔۔ اور وہ کافی حیران دکھائی دے رہے تھے۔"

"میں بھی یہی سوچتی رہی سارا راستہ اور مجھے لگتا ہے شاید اُن کی کسی جاننے والی کی شکل مجھ سے ملتی ہو گی۔ اسی لیے وہ دھوکہ

کھا گئے اور حیران بھی لگ رہے تھے۔"

"ہاں شاید ایسا ہی ہو۔۔"امبر ابھی بھی تذبذب کا شکار لگ رہی تھی۔

اور پھر دونوں کچھ ہی دیر میں نیند کی حسین وادیوں میں اتر گئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

لائبہ اور نوال پارٹی کی تصویریں دیکھ رہے تھے۔

"لائبہ یہ تصویر میں رکھ لوں۔"نوال نے اچانک ہی لائبہ کے سامنے ایک تصویر لہرائی تھی جس میں عائلہ لائبہ کو گفٹ دیتے ہوئے کسی بات پہ مسکرا رہی تھی۔کھری اور معصوم مسکان۔

"جی بھائی رکھ لیں لیکن کسی ایسی جگہ رکھیے گا جہاں امی جان کی نظروں سے محفوظ رہے۔ورنہ دونوں بری طرح پھنس جائیں گے۔"لائبہ باقی تصویریں دیکھتی ہوئی بولی۔

"تم فکر نہیں کرو۔۔۔میرے پاس کافی سیکرٹ پلیسز ہیں۔"

"کون سی جگہیں۔۔۔؟؟مجھے تو کبھی نہیں بتایا۔۔۔اور ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ بہن بھائیوں میں کچھ سیکرٹ نہیں ہوتا۔"لائبہ اسے گھورتے ہوئے بولی۔

"ارے بابا میں نے تو ڈائیلاگ مارا تھا تم تو میرے سر ہو گئی ہو۔"نوال اپنا سر تھامتا ہوا بولا۔

"اچھا سنو ایسا کرو فرنچ فرائز بنا دو بہت موڈ ہو رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے ابھی بنا دیتی ہوں لیکن ایک شرط پہ۔۔۔آپ کچن میں مجھے کمپنی دیں گے۔"

"بھئی ایک تو یہ شرط میری سمجھ سے باہر ہے۔لیکن خیر مجھے منظور ہے۔"نوال برا سا منہ بناتا ہوا بولا تو لائبہ ہنس دی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رامش پچھلے تین روز سے عجب کشمکش کا شکار تھے۔

"کوئی کسی سے اتنی مماثلت کیسے رکھ سکتا ہے۔"

ایک لمحے کو تو انھیں یوں لگا تھا جیسے وقت انھیں کھینچ کے ماضی میں لے گیا ہو۔اس کے بولنے کا انداز بھی کتنا ملتا جلتا تھا۔

"کیا بات ہے کچھ پریشان لگ رہے ہیں۔"کرن ان کے سامنے ٹیبل پہ چائے کا کپ رکھتے ہوئے بولیں۔

"اوں۔۔ہوں۔۔۔ارے نہیں تو۔۔۔بس ایسے ہی آج کافی کام تھا آفس میں۔۔۔سو تھکن ہو گئی۔"وہ آنکھیں مسلتے ہوئے سیدھے ہو بیٹھے۔

"نوال کی جاب ہو گئی تو آپ سکون سے گھر بیٹھیے گا۔ کوئی ضرورت نہیں اب اس عمر میں کام کرنے کی۔" کرن سامنے کرسی پہ بیٹھتے ہوئے بولیں۔

"اللہ پاک خیر کرے اور اسے اچھی سی جاب مل جائے۔ اور عمر کی بھی خوب کہی آپ نے۔۔۔ ارے آپ ہوئی ہوں گی عمر رسیدہ۔۔۔ ہم تو ابھی جوان ہیں۔" رامش ہلکے پھلکے لہجے میں بولے تو کرن اُن کی بات پہ سر جھٹک کے مسکرا دیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

شادی میں ہفتہ بھر رہ گیا تھا۔ جب ایک دوپہر عائلہ اور امبر گاؤں پہنچ گئیں۔

اُن کے آنے سے گھر میں رونق سی ہو گئی تھی۔ سر شام ہی ڈھولک رکھ لیتیں اور پھر وہ ہاہو کار مچاتیں کہ الامان الحفیظ۔

آج بھی ڈھولک کے بعد جب سب عورتیں گھروں کو روانہ ہو گئیں تو برآمدے میں عائلہ اور گل چیزیں سمیٹ رہی تھیں۔

"عائلہ تم میرے کمرے میں آؤ، مجھے کچھ بات کرنی ہے۔" ملیحہ کمرے کی طرف جاتے ہوئے بولیں

ملیحہ بیگم کی بات پہ عائلہ نے ایک نظر گل کو دیکھا جو ایک دم فکر مند دکھائی دینے لگی تھی۔

عائلہ خاموشی سے ملیحہ کے کمرے کی طرف چل دی۔ اور ذہن میں الفاظ ترتیب دینے لگی۔

"آؤ یہاں بیٹھو۔۔۔" ملیحہ نے بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بیٹا مجھے آج تم سے ایک بہت ضروری بات کرنی ہے۔" اب کے وہ باقاعدہ تمہید باندھتے ہوئے بولیں۔

"برسوں پہلے جب میں اس گاؤں میں آئی تھی تو رفعت آپا نے میرا بہت ساتھ دیا تھا۔ انھوں نے پڑوسی ہونے کا صحیح حق ادا کیا۔ شوکت بھائی بھی زندہ تھے۔ شوکت بھائی تو بالکل میرے لیے بڑے بھائی کا درجہ رکھتے تھے۔ یہ رفعت آپا اور شوکت بھائی کا خلوص ہی تھا کہ اپنوں سے دور یہاں میرا دل لگ گیا تھا۔ اور اب بیٹا۔۔۔" ملیحہ نے بات کے درمیان وقفہ لیا۔ عائلہ سر جھکا کے بیٹھی تھی۔

"بیٹا اب رفعت آپا نے اسد کے لیے تمہارا ہاتھ مانگ کے میرا مان بڑھا دیا ہے۔ میں تو برسوں نے ان لوگوں کو جانتی ہوں مجھے ان کی محبت اور خلوص پہ کوئی شک نہیں۔ اسد بھی لاکھوں میں ایک ہے۔ لیکن پھر بھی میں نے رفعت آپا سے کہا ہے کہ میں تم سے پوچھ کے ہی باقاعدہ ہاں کروں گی۔ حالانکہ میں جانتی ہوں نہ کرنے کا کوئی جواز ہی نہیں۔"

"ماما اسد بھائی میرے بھائی ہیں۔" عائلہ نے ماں کی طرف دیکھتے ہوئے جیسے ایک ہی جملے میں بات مکمل کر دی تھی۔

ملیحہ اس کی بات پہ یوں مسکرا دیں جیسے کوئی بڑا کسی چھوٹے کی ناسمجھی پہ مسکرا دے۔

"ارے پہلے سب بھائی ہی ہوتے ہیں۔ اور تم تو امبر کی دیکھا دیکھی بھائی کہا کرتی تھی۔ یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں۔" ملیحہ نے

اس کے سر پہ ہلکی سی چپت لگاتے ہوئے کہا۔

"میرے لیے بہت بڑی بات ہے ماما، میں ہر کسی کو بھائی نہیں کہتی۔ اور جسے کہتی ہوں اسے پھر دل سے مانتی بھی ہوں۔ اگر آج میں یہ کہہ دوں کہ سالوں سے انھیں بھائی کہنا کوئی اتنی بڑی بات نہیں، تو یہ تو پھر اس لفظ کا تقدس پامال کرنے والی بات ہو گی۔" عائلہ مضبوط لہجے میں اپنا موقف بیان کر رہی تھی۔

ملیحہ اس کے مضبوط لہجے پہ اسے دیکھ کے رہ گئیں۔

"امی میرا کوئی بھائی نہیں ہے۔ میں آج تک انھیں ہی اپنا بھائی مانتی آئی ہوں۔ اور آج وہ یہ حق مجھ سے چھیننا چاہتے ہیں۔" بات کے اختتام پہ عائلہ کی آواز بھرا گئی تھی۔

"بیٹا ایسی بات نہیں ہے۔۔" ملیحہ اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بولیں۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھیں کہ اس کی بات کے جواب میں کیا کہیں۔

"عائلہ ہمارا کوئی سگا رشتہ ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ کل کو میں تمہیں کہیں اور بیاہ دوں تو کیا گارنٹی ہے بیٹا کہ وہ لوگ تمہیں خوش رکھیں گے، تمہاری قدر کریں گے۔" ملیحہ اسے ساتھ لگائے دھیمے لہجے میں سمجھا رہی تھیں۔

"ماما ہمارا کوئی سگا کیوں نہیں ہے۔۔؟؟ کہاں ہیں وہ سب۔۔۔؟؟" عائلہ نے ملیحہ کی طرف دیکھتے ہوئے ہزاروں بار کا کیا ہوا سوال ایک مرتبہ پھر دہرایا۔

"صحیح وقت آنے پہ بتا دوں گی بیٹا۔۔" ملیحہ نے آزردگی سے کہا۔

"میرے خیال میں ماما۔۔ اس سے زیادہ صحیح وقت اور کوئی نہیں ہے۔"

"اس پہ پھر کبھی بات کریں گے عائلہ۔۔۔" ملیحہ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"ماما آپ رفعت آنٹی سے معذرت کر لیں۔ ویسے بھی جب اسد بھائی کو اس بات کا پتا چلے گا تو وہ بھی بہت برہم ہوں گے۔" عائلہ کی بات پہ ملیحہ نے اسے خود سے الگ کیا۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو بیٹا، کتنے پیار سے انھوں نے رشتہ مانگا ہے اور یہ خود اسد کی خواہش ہے۔" ملیحہ کی بات پہ عائلہ نے حیرت سے انھیں دیکھا۔

"یہ خود اسد بھائی کی خواہش ہے۔۔۔؟" اسے لگا جیسے اسے سننے میں کوئی غلطی ہوئی ہو۔

"ہاں مجھے رفعت آپا نے خود بتایا۔۔" حیرتوں کا ایک پہاڑ تھا جو عائلہ پہ ٹوٹا تھا۔

"ماما مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔" وہ بمشکل بولی۔

"تم سوچ لو عائلہ۔۔۔ اس سے بہتر رشتہ شاید پھر نہ ملے۔"

"مجھے کچھ نہیں سوچنا ماما۔۔۔ آپ پلیز انھیں منع کر دیں۔" وہ حیرت اور غصے کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ بولی اور ایک جھٹکے سے بیڈ سے اتر کے کمرے سے باہر نکل گئی۔

ملیحہ بیگم ہکا بکا اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہیں۔ اتنا شدید ردِ عمل۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ہارون راکنگ چیئر پہ بیٹھے لایعنی سوچوں میں غلطاں تھے جب اُن کے موبائل کی بیل بجی۔

پاکستان کے نمبر سے کال آ رہی تھی۔

انھوں نے ایک بھی لمحہ ضائع کیے بغیر کال پک کر لی۔

"ہیلو۔۔۔ سکندر۔۔۔ ہیلو۔۔۔۔" ہارون کی آواز میں اتنی بے قراری تھی کہ دوسری طرف موجود سکندر کو شرمندگی نے آگھیرا۔

"السلام علیکم۔۔۔ بابا کیسے ہیں آپ۔۔۔؟؟" وہ دھیمے لہجے میں بولا۔

"کیسا ہو سکتا ہوں۔۔" ہارون ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولے۔

"بابا میں ماما سے ملنا چاہتا ہوں۔ اور صرف آپ ہی مجھے اُن کا پتا بتا سکتے ہیں۔" سکندر نے جذبات کو ایک طرف رکھتے ہوئے وہ بات کی جس کے لیے فون کیا تھا۔ وہ ایک بار پھر سے ایموشنل بلیک میل نہیں ہونا چاہتا تھا۔

"تم اپنی پھپھو کی طرف چلے جاؤ وہ تمھیں لے جائیں گی۔" ہارون شکست خوردہ لہجے میں بولے۔

"مجھے اپنا ایڈریس بتاؤ۔۔۔۔ میں تمھارے کزن سے کہتا ہوں تمھیں پک کر لے۔"

اور سکندر نے ہوٹل کا نام بتانے کے بعد فون بند کر دیا۔ اسے لگا تھا ایک لمبی کوشش کرنی پڑے گی لیکن ہارون نے تو بالکل پس و پیش نہیں کیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

نوال کے کمرے کا دروازہ نیم وا تھا۔ اور وہ سامنے بیڈ پہ فائلز کھولے بیٹھا تھا۔ لیکن ہاتھ میں کوئی تصویر تھام رکھی تھی جسے وہ بڑے انہماک سے دیکھ رہا تھا۔

رامش نے دروازے پہ ہلکی سی دستک دی تو وہ جیسے گڑبڑا گیا۔ اور غیر محسوس انداز میں تصویر تکیے کے نیچے کر دی۔ لیکن اس کی یہ حرکت رامش کی زیرک نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکی تھی۔

"کیا ہو رہا ہے بھئی۔۔۔؟؟ آج تو میرا بیٹا کافی مصروف لگ رہا ہے۔" رامش بیڈ کی پائنتی پہ بیٹھتے ہوئے بولے۔

"جی بابا بس نئی نئی جاب ہے۔۔۔ باس کو خوش کرنے کے چکر میں ہوں۔" نوال فائلز بند کرتا ہوا بولا۔

"اگر تمہاری ماما نے تمہیں آفس کا کام گھر میں بھی کرتے ہوئے دیکھ لیا تو میاں شامت آجائے گی۔"

رامش کی بات پہ نوال نے قہقہ لگایا۔

"ارے نہیں بابا۔۔۔ مجھے وہ کچھ نہیں کہتیں۔۔۔ آپ تو ان کے شوہر ہیں۔۔ سارا رعب آپ پہ ہی جماتی ہیں۔" نوال شرارت بھرے انداز میں بولا۔

"کون کس پہ رعب ڈالتا ہے۔۔۔۔؟؟ یہ باپ بیٹا کس کی برائیاں کر رہے ہو۔۔؟؟" کرن کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولیں۔ وہ ان کی ادھوری بات ہی سن پائی تھیں۔

"ارے بھئی میں آپ کے بیٹے کو سمجھا رہا تھا کہ آفس کا کام آفس میں ہی ختم کر کے آیا کرو۔" رامش کرن کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولے۔

"یہ تو بالکل صحیح کہا آپ نے۔۔۔ نوال بیٹا اگر ایک بار آپ کو اپنا آفس ورک گھر لانے کی عادت پڑ گئی تو پھر یہ اتنی پختہ ہو جائے گی کہ پھر چھوڑنا مشکل ہو جائے گا۔" کرن اپنے لاڈلے بیٹے کو سمجھاتے ہوئے بولیں۔

"اور کل کو جب بیوی آجائے گی تو اور مشکل ہو جائے گا۔" رامش کی بات پہ وہ دونوں ہنس دیے۔

"ارے میں جس کام سے آئی تھی وہ تو بھول ہی گئی۔ نوال بیٹا میں تمہیں بلانے آئی تھی۔ مجھے کارٹن اتار دو۔ میں نے کوشش کی ہے لیکن وہ تھوڑا وزنی ہے۔"

"ماما آپ کو کتنی بار منع کروں ایسے کام مت کیا کریں۔۔ یہ میرے کرنے کے کام ہیں۔ چلیں میں آپ کو اتار دوں۔" نوال بیڈ سے اتر کے سلیپر پہنتے ہوئے بولا۔

اُن دونوں کے کمرے سے نکلنے کے بعد رامش نے تکیے کے نیچے سے تصویر نکالی جو اوندھی پڑی تھی۔

اور تصویر پہ نظر پڑتے ہی وہ چونک گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ تو وہی لڑکی تھی جو اُس دن لائبہ کی برتھ ڈے پارٹی میں آئی تھی اور جس نے رامش کو کافی الجھن میں مبتلا کر دیا تھا۔

ابھی بھی وہ تصویر کو الجھن بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے جب نوال کمرے میں داخل ہوا۔

آہٹ پہ رامش نے دروازے کی طرف دیکھا۔ نوال دروازے میں ہی کھڑا تھا۔ اور رامش کے ہاتھوں میں وہ تصویر دیکھ چکا

تھا۔

"آؤ برخوردار۔۔اور مجھے بتاؤ اس تصویر کی وضاحت تم کرو گے یا لائبہ سے پوچھنا پڑے گا۔" رامش نے قدرے سنجیدگی سے کہا تو نوال دھیرے سے چلتا ہوا آیا اور بیڈ کے قریب ان کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ جب بھی اُسے کوئی بات منوانی ہوتی تو وہ ایسا ہی کیا کرتا تھا۔

"بابا یہ لائبہ کی دوست ہے۔یونیورسٹی میں پڑھتی ہے اُس کے ساتھ۔۔"نوال نے رامش کا ہاتھ تھام کے دھیرے دھیرے کہنا شروع کیا۔

"یہ تو میں بھی جانتا ہوں۔"رامش نے اسے دیکھتے ہوئے اپنی سنجیدگی برقرار رکھی۔

"بابا میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"نوال نے ادھر اُدھر کی باتیں کرنے کی بجائے اصل مدعا بیان کیا۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم دونوں پسند کرتے ہو ایک دوسرے کو۔۔کب سے جانتے ہو تم اس لڑکی کو۔۔۔؟؟"رامش نے ہنکارا بھرتے ہوئے کہا۔

"بابا صرف میں پسند کرتا ہوں۔۔"نوال نے تصحیح کی۔

"وہ ناپسند کرتی ہے۔۔؟؟"رامش نے حیرت بھرے انداز میں پوچھا۔

"بابا وہ تو جانتی ہی نہیں کہ میں اُسے پسند کرتا ہوں۔"

"سیدھی طرح بتاؤ بات کیا ہے۔کیا پہیلیاں بُجھوا رہے ہو"۔رامش نے جھنجھلا کے کہا۔

تو نوال نے شروع سے آخر تک ساری بات اُن کے گوش گزار کر دی۔

"لو ایٹ فرسٹ سائٹ۔۔۔"پوری بات سننے کے بعد رامش پر سوچ انداز میں بولے۔

"شاید۔۔۔لیکن بابا میں اب اسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔"

"جب وہ یہ بات جانتی ہی نہیں تو شادی کیسے کرو گے۔"رامش نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"جیسے پہلے لوگ کیا کرتے تھے۔آپ اور ماما میرا رشتہ لے کے جانا اور بس پھر شادی ہو جائے گی اور لوگوں کو پتا بھی نہیں چلے گا کہ اس ارینج میرج میں لو میرج والا تڑکا بھی ہے۔"نوال تو جیسے پوری پلاننگ کیے بیٹھا تھا۔

"جی نہیں بیٹا جی۔۔۔جب کوئی اجنبی خاندان کسی کے گھریوں رشتہ مانگنے جاتا ہے تو دیکھنے اور سننے والے بہت سی باتیں خود ہی سمجھ جاتے ہیں۔"رامش نے اُس کے سر پہ ہلکی سی چپت لگاتے ہوئے کہا۔

"بابا میں تو آپ کا شریف سا بیٹا ہوں۔۔۔یہ افیئر وغیرہ تو مجھے چلانے نہیں آتے اس لیے جو بھی کرنا ہے اب آپ نے ہی

کرنا ہے۔"نوال نے چہرے پہ مصنوعی مسکینیت طاری کرتے ہوئے کہا تو رامش اُس کے شرارتی انداز پر مسکرا دیے۔

"ٹھیک ہے دیکھتے ہیں پھر کیا کرنا ہے۔ میں کچھ سوچتا ہوں اس بارے میں۔" رامش بیڈ سے اٹھتے ہوئے بولے۔

"تھینک یو ویری مچ بابا۔۔۔۔یو آر دی بیسٹ۔۔۔"نوال نے آگے بڑھ کے انھیں گلے لگا لیا۔

"چلو اب یہ مسکے بازی بند کرو۔۔" رامش ہنستے ہوئے بولے تو نوال بھی مسکرا دیا۔

نوال کے کمرے سے باہر آکے رامش نے ایک گہری سانس لی۔

"تو وقت اتنا بیت چکا ہے کہ اب میرے بیٹے کو بھی کسی سے محبت ہو گئی ہے۔ محبت۔۔۔۔جو مل جائے تو کائنات کی کسی اور چیز کی خواہش نہیں رہتی۔۔۔اور نہ ملے تو۔۔۔۔ساری کائنات بھی مل کے اُس کمی کو پورا نہیں کرپاتی۔۔"

وہ سوچوں میں گم کچن کے پاس سے گزرے۔ کچن سے کھٹر پٹر کی آوازیں آرہی تھیں۔ کرن نے چولہے پہ کچھ چڑھا رکھا تھا اور اب کیبنٹ کھولے مصروف دکھائی دیتی تھیں۔ وہ کچن میں جھانک کے آگے بڑھ گئے۔

اپنے کمرے میں آکے وہ کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح بیڈ پہ بیٹھ گئے۔

"وہ نوال کو کبھی بھی عمر بھر کا روگ نہیں لینے دیں گے۔ وہ کسی بھی طرح اس لڑکی کا رشتہ لیں گے۔" رامش نے دل ہی دل میں مصمم ارادہ کیا۔

پھر وہ دھیرے سے اٹھے اور اپنی الماری کے نچلے دراز کو کھولا۔ سامنے ہی قراقرم کا تاج محل ناول پڑا تھا۔ جس کے شروع میں ایک خوبصورت نظم تحریر تھی۔

وہ ناول کو ہاتھ میں لیے بیڈ پہ آبیٹھے۔ اور یوں ہی اُس نظم کے الفاظ پہ انگلیاں پھیرنے لگے۔

"بے جان چیزیں اپنے آپ میں کچھ نہیں ہوتیں۔۔۔لیکن جب ان کے ساتھ کوئی احساس جڑ جائے تو کتنی انمول ہو جاتی ہیں۔"

"اور کچھ لوگ اور چیزیں ہماری زندگی میں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کی ہمیں عادت تو ہو جاتی ہے، لیکن ہم ساری زندگی اُن سے محبت نہیں کرپاتے۔ وہ محبت جو خود بہ خود دل سے پھوٹتی ہے۔"

یہ بھی تھا تو صرف ایک ناول ہی۔۔۔ لیکن اسے ہاتھ میں پکڑتے ہی ان کی آبلہ پا روح پر سکون ہو جایا کرتی تھی۔ اس ناول میں آج بھی دینے والی کا لمس تھا۔ جسے وہ محسوس کرسکتے تھے۔ اور صرف وہی محسوس کرسکتے تھے۔

رامش نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کے آنکھیں موند لیں۔

ایک ماضی تھا جو ذہن کے پردے پہ کسی فلم کی صورت چل رہا تھا۔

ایک روز وہ بھی ایسے ہی اپنے باپ کے پاس آئے تھے۔۔ایک خواہش لے کے۔۔۔ایک گزارش لے کے۔۔۔وہ اپنی کلاس میٹ سے شادی کرنا چاہتے تھے۔اور اُن کے باپ نے اُن کی بات مکمل ہی نہیں ہونے دی تھی۔

"تمہارا رشتہ بچپن سے ہی تمہاری پھپھی زاد کے ساتھ طے ہے اور تم یہ بات جانتے ہو۔پھر کیسے محبت کر لی تم نے۔۔۔؟؟"

ملک ارشد نے اپنے بیٹے کو خشمگیں نظروں سے گھورتے ہوئے کہا تھا۔

"ابا جی محبت سوچ سمجھ کے تو نہیں کی جاتی۔مجھے اچھی لگتی ہے وہ لڑکی۔۔۔"رامش نے دھیمے لہجے میں کہا تھا وہ پہلے ہی اپنے باپ کے انداز سے خائف ہو گئے تھے۔

"بس رامش۔۔۔میں اور کچھ نہیں سنوں گا۔۔۔مجھے اگر پہلے اندازہ ہوتا کہ تم شہر جا کے یہ حرکتیں کر رہے ہو تو بہت پہلے ہی تمہارا نکاح کر دیتا۔"

"خیر اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔۔۔میں آپا سے بات کرتا ہوں اور اسی جمعے کو تمہارا نکاح پڑھواتا ہوں۔"ملک ارشد نے جیسے ساری بات ہی ختم کر دی تھی۔

رامش جو چھٹیاں گزارنے گاؤں آیا ہوا تھا اس اچانک افتاد پہ گھبرا گیا۔

"ابا جی آپ ایک بار مل کے تو دیکھیں اس لڑکی سے۔۔۔وہ آپ کو بہت پسند آئے گی۔"رامش نے باپ سے التجا کی تھی۔

"مجھے بغیر ملے ہی اندازہ ہے کہ وہ کیسی لڑکی ہے جو پڑھائی کرنے جاتی ہے اور لڑکوں کے ساتھ دوستیاں کرتی پھرتی ہے۔"

ملک ارشد نے نخوت سے کہا تھا۔

رامش ان کے انداز پہ خاموش ہو گیا تھا۔وہ اُس کے لیے ایسا انداز برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

پھر ملک ارشد نے نکاح کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔رامش جتنے ہاتھ پاؤں مار سکتا تھا اُس نے مارے تھے۔سب کو ہی یہ بات پتا چل گئی تھی کہ وہ شہر میں کسی کو پسند کرتا ہے اس لیے اس کا نکاح فوری کیا جا رہا ہے۔

رامش نے تو شہر واپس آنے کی بھی کوشش کی تھی لیکن ملک ارشد نے اسے عاق کرنے کی دھمکی دے دی تھی اور اس بات پہ اُس کی بوڑھی ماں اس قدر روئی تھی کہ وہ چاہ کے بھی وہاں سے نہیں نکل سکا تھا۔

اور پھر جمعے کو اُس کا اور کرن کا سادگی کے ساتھ نکاح ہو گیا تھا۔رامش تو اس بار سوچ کے آیا تھا کہ ابا جی سے بات کر کے رشتہ بھیجے گا لیکن یہاں آ کے تو اُس نے خود اپنے پیروں پہ کلہاڑی مار لی تھی۔

نکاح کے روز ہی رات کو وہ واپس ہاسٹل آ گیا تھا۔اور اگلے کئی روز یونیورسٹی نہیں جا سکا تھا۔اس پریشانی سے ہی اسے تیز بخار نے آ گھیرا تھا کہ وہ اُس لڑکی کا سامنا کیسے کرے گا جسے وہ مستقبل کے ڈھیروں خواب دکھا کے گیا تھا۔

لیکن آخر وہ کب تک ہاسٹل کے کمرے میں بند رہ سکتا تھا۔ پڑھائی کا بھی حرج ہو رہا تھا۔

جب وہ یونیورسٹی گیا تو بہت کمزور لگ رہا تھا۔ اس کے دوست اس کی حالت دیکھ کے پریشان ہو گئے تھے۔ ان کا نک سک سے تیار رہنے والا دوست۔۔ برسوں کا بیمار لگ رہا تھا۔

وہ بھی پریشان ہو گئی تھی۔ لیکن رامش اس سے نظریں چرا رہا تھا۔ وہ اس سے کیسے نظریں ملاتا۔ سب کچھ اتنی جلدی ہوا تھا کہ محبت کی خوش نما تتلی کسی طوفان کی نظر ہو گئی تھی۔

بڑی خاموشی سے ٹوٹ گیا

وہ جو دو دلوں کا رشتہ تھا

اور پھر ایک دن یونیورسٹی کے سب سے گھنے درخت تلے رکھے بینچ پہ بیٹھ کے اس نے اسے سب سچ بتا دیا تھا۔ اسے ایک نا ختم ہونے والی اذیت دے دی تھی۔ وہ لڑکی اس کی بات سن کے یوں خاموش ہوئی تھی کہ لگتا تھا اب شاید ہی کبھی بولے۔ وہ اس سے کچھ بھی کہے بنا وہاں سے اٹھ کے چلی گئی تھی۔ رامش کا دل چاہا اُسے کہے کہ وہ لڑے۔۔۔ چیخے چلائے۔۔۔ اسے برا بھلا کہے۔۔۔ لیکن وہ خاموشی سے چلی گئی تھی۔ رامش نے سوچا تھا وہ اسے بتائے گا کہ وہ کتنا مجبور ہو گیا تھا۔

لیکن رامش پھر اسے کبھی نہیں بتا پایا تھا۔ کیونکہ پھر وہ کبھی یونیورسٹی نہیں آئی تھی۔

ہاں اُس کے لیے ایک نظم لکھ گئی تھی جو اُس کی دوست نے رامش کو دی تھی۔

وہ نظم آج بھی رامش کے پاس تھی۔ وہ اسے زبانی یاد تھی۔ اس میں ان کہے دکھ بولتے تھے۔ اور اس کے الفاظ لکھنے والے کی بد قسمتی پہ بین کرتے تھے۔ اور اگر لکھنے میں اتنا درد تھا تو سہنے میں کتنا ہوا ہو گا۔

تمہیں ہم یاد آئیں گے

برستی بارشوں میں بھی

کسی کی چاہتوں میں بھی

کسی غم کا جو ہو موقع

دو آنسو نام کر دو گے

اور جب خوشیوں کا موسم ہو

تمہیں ہم یاد آئیں گے

کوئی جو راز کہنا ہو

کوئی ہم راز ڈھونڈو گے

اور پھر ایسے وقتوں میں

تمہیں ہم یاد آئیں گے

کسی پل کو جو رو دو گے

کوئی کاندھا جو ڈھونڈو گے

اور اُس کھوج میں پھر

تمہیں ہم یاد آئیں گے

تمہیں پہچان جب ہو گی

ہر اپنے پرائے کی

اس آگہی میں پھر

تمہیں ہم یاد آئیں گے

کبھی ساحل پہ جاؤ گے

تو گہرے پانیوں میں پھر

جب اک عکس دیکھو گے

تمہیں ہم یاد آئیں گے

کسی کا ہاتھ تھامو گے

اور وہ مسکرائے گی

اور اس مسکراہٹ میں

تمہیں ہم یاد آئیں گے

محبت کا ذکر ہو گا

اور محفل جمی ہو گی

کسی دل سوز لمحے میں

تمہیں ہم یاد آئیں گے

تمہیں ہم یاد آئیں گے

کرن کام ختم کر کے کمرے میں آئیں تو رامش بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے گہری نیند میں لگ رہے تھے۔ سینے پہ ناول دھرا تھا۔ کرن کے ماتھے پہ بل پڑ گئے۔ وہ بڑبڑاتی ہوئی آگے آئیں اور ناول کو اٹھا کے واپس الماری کے دراز میں پٹخ دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

آج گل کی مہندی تھی۔ گھر میں رونق کا سماں تھا۔ اسد بھی اسلام آباد سے آ گیا تھا۔ اور سارے انتظامات وہی سنبھال رہا تھا۔ اس نے ملیحہ کو بیٹے کی کمی محسوس نہیں ہونے دی تھی۔

گاؤں کی عورتوں کا ہجوم سا گھر میں جمع تھا۔ گل پیلے جوڑے میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔ وہ عام دنوں میں سادہ رہتی تھی اس لیے آج تیار ہو کے اُس پہ بہت روپ چڑھا تھا۔

امبر اور عائلہ نے بھی آج چوڑی دار پاجامے پہ فراک پہن رکھے تھے۔ دونوں نے شادی کی تمام تقریبات کے لیے ایک جیسے جوڑے بنوائے تھے۔

"میرا جوتا نہیں مل رہا ماما۔۔۔ پتا نہیں کہاں رکھ دیا۔۔" عائلہ جھنجھلائی ہوئی آواز میں بولتی ہوئی کمرے سے نکلی تھی۔ سامنے ہی اسد کھڑا تھا جو کسی کام سے اندر آیا تھا۔

عائلہ کی جیسے ہی اُس پہ نظر پڑی، اس کے ماتھے پہ بل پڑ گئے اور وہ الٹے قدموں واپس کمرے میں چلی گئی۔ اسد اُس کے ناگوار تاثرات دیکھ چکا تھا۔ اسے پریشانی نے آ گھیرا۔ ایسا برتاؤ تو اُس نے کبھی نہیں کیا تھا۔ وہ اسد سے کتراتی تھی یہ تو اُسے معلوم تھا لیکن آج اُس کے چہرے پہ ناگواری تھی۔ جو اسد کو اچھا خاصا پریشان کر گئی تھی۔

پھر اسد نے بطورِ خاص نوٹ کیا تھا۔ وہ مہندی کے فنکشن میں سارا وقت اسد کے سامنے آنے سے گریز کرتی رہی تھی۔ آج تو اُس نے ہمیشہ کی طرح سلام بھی نہیں کیا تھا۔

رات گئے جب فنکشن اپنے اختتام کو پہنچ گیا تو وہ گھر آیا تھا۔ اور پھر ساری رات وہ سو نہیں پایا تھا۔ عائلہ کا ناراض انداز اس کے ذہن سے نکل ہی نہیں رہا تھا۔

عائلہ اور گل بھی رات کے دو بجے سونے کے لیے لیٹی تھیں۔ گل بہت افسردہ لگ رہی تھی۔

عائلہ بہت دیر اُس کے ساتھ باتیں کرتی رہی تھی۔ اسے نبیل کا نام لے کے چھیڑتی رہی تھی۔ اور پھر اسے بھی گہری نیند نے آ لیا تھا۔ سونے سے پہلے جو آخری خیال اُسے آیا تھا وہ اسد کا آیا تھا۔ جو آج کرتے میں بہت خوبرو لگ رہا تھا۔ لیکن جو اُس کے مکمل نظر انداز کرنے کی وجہ سے پریشان ہو گیا تھا۔ لیکن عائلہ کو کوئی پرواہ نہیں تھی۔ وہ اُس سے سخت خفا تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

فرحان ہی سکندر کو پک کرنے آیا تھا۔

"ماموں جان کو کیسے منایا آپ نے۔۔۔؟؟" فرحان ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"بس یار تمہیں تو خاطر خواہ معلومات مل نہیں سکیں تو بابا کو کال کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ مجھے تو لگا وہ سخت خفا ہوں گے لیکن انھوں نے بالکل پس و پیش نہیں کیا۔"

"اماں بڑی بے صبری سے آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔ جب سے ماموں جان نے انھیں کال کی ہے ان سے تو انتظار ہی نہیں ہو رہا۔" فرحان ہنستے ہوئے بتا رہا تھا۔

"مجھے بھی خوشی ہے کہ میں پاکستان آ ہی گیا ہوں تو سب سے مل کے جاؤں گا۔"

"تم نے پھپھو کو بتایا تو نہیں کہ تمہیں پہلے سے میری پاکستان میں موجودگی کا پتا تھا۔؟؟"

"ارے نہیں سکندر بھائی۔۔۔ بالکل نہیں بتایا۔۔۔ آپ بے فکر رہیں میں بتاؤں گا بھی نہیں۔" فرحان نے یقین دہانی کرائی۔

"تھینکس یار۔۔۔" سکندر اس کا کندھا تھپکا کے بولا۔

اور پھر جیسے ہی گاڑی گیٹ سے اندر داخل ہوئی۔ پھپھو سمیت سب باہر آ گئے تھے۔ سکندر ان سب کو پہلی بار دیکھ رہا تھا۔ تصویریں تو وہ دیکھتا رہتا تھا۔ لیکن آمنے سامنے ملنے کی تو اور ہی بات تھی۔ پھپھو اسے کتنی ہی دیر گلے لگائے روتی رہی تھیں۔ پھپھو کے دونوں بیٹے اس کے آنے سے بہت خوش تھے۔ ندا آپی نے بھی کل تک آنے کا وعدہ کیا تھا۔ ان کے شوہر کو چھٹی نہیں مل رہی تھی۔ فرحان اور شیراز اسے اپنے سب دوستوں سے ملوانے لے گئے تھے۔ اور بہت سے رشتے دار تو خاص طور پہ اسے ملنے آئے تھے۔

اس دن بھی بابا کے کزن اپنی بیوی کے ساتھ اسے ملنے آئے۔ وہ سب چائے پی رہے تھے۔ جب بابا کے کزن کی بیوی نے اچانک کہا تھا۔

"نصرت اس کی شکل اپنی ماں سے کتنی ملتی ہے نا۔۔۔" اور نصرت پھپھو ان کی بات پہ محض سر ہلا کے رہ گئی تھیں۔

"اے بیٹا اپنی ماں سے بھی ملو گے یا نہیں۔۔۔؟؟"

"جی آنٹی ضرور ملوں گا۔۔۔"

"کتنی خوش ہو گی نا۔۔۔ بیٹا جوان ہو گیا ہے۔" وہ عورت اپنی ہی دھن میں بول رہی تھی۔

اور سکندر کے لیے وہاں بیٹھنا مشکل ہو گیا تھا۔ کیا فائدہ تھا ایسے جوان بیٹے کا جو اپنی ماں کے ساتھ ہی نہیں تھا۔ پتا نہیں وہ کس حال میں تھیں۔

اور پھر اسی رات اُس نے پھپھو سے بات کی تھی کہ وہ اسے اُس کی ماں کے پاس لے جائیں۔ اور پھپھو نے حامی بھر لی تھی۔ ہارون نے انھیں پہلے ہی فون کر کے کہہ دیا تھا کہ وہ جب بھی بولے اسے لے جائیں۔ اب وہ اسے روک کے نہیں رکھ سکتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

کرن لان کی کرسیوں پہ بیٹھی چائے پی رہی تھیں۔ رامش اور نوال کسی ضروری کام سے باہر گئے تھے۔ لائبہ دوست کی طرف تھی۔ اور وہ اس وقت اکیلی گھر بیٹھی بور ہو رہی تھیں۔ انھوں نے وقت کاٹنے کو اپنی کالج کی دوست شزا کو کال کر لی۔ شزا اُن کی بہترین دوستوں میں شمار ہوتی تھی۔ جس کے ساتھ وہ کوئی بھی مسئلہ بلا جھجھک شیئر کر لیتی تھیں۔ ادھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد لائبہ نے ایک اہم مسئلہ شزا کے سامنے رکھا تھا۔

"شزا اتنے سال گزر گئے ابھی تک رامش اپنی پہلی محبت بھلا نہیں پا رہے۔ میں تو اب لڑ لڑ کے بھی تھک گئی ہوں۔ وہ کھل کے اس بات کا اظہار بھی نہیں کرتے لیکن میں جانتی ہوں۔ کوئی ایسے ہی تو نہیں کسی کی دی ہوئی چیزوں کو کسی انمول خزانے کی طرح سنبھال کے رکھتا۔"

"لائبہ کیا رامش بھائی تم سے محبت نہیں کرتے۔۔؟؟" شزا نے اس سے سوال کیا تھا۔

"بہت محبت کرتے ہیں لیکن وہ اپنی پہلی محبت کو بھی نہیں بھولے۔ وہ اول روز کی طرح ان کے دل میں موجود ہے۔" لائبہ کوفت سے بولی تھیں۔

"تم رامش بھائی سے محبت کرتی ہو۔۔؟؟" شزا کے اگلے سوال پہ وہ جھنجھلا گئی تھیں۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو شزا تم تو جانتی ہو میں نے ہمیشہ انھی سے محبت کی ہے۔ میں تو بچپن سے جانتی تھی کہ میں ان سے منسوب ہوں بس وہی یہ بات بھول گئے۔"

"مجھے اس بات پہ شبہ ہے کہ تم ان سے محبت کرتی ہو۔" شزا کی بات پہ وہ اچنبھے کا شکار ہو گئیں۔

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو۔۔؟؟"

"کرن جو محبت کرتا ہے وہ محبوب کی ہر من پسند چیز سے بھی محبت کرتا ہے۔ پھر چاہے وہ کچھ بھی ہو۔ تم ہمیشہ صرف اُن سے لڑتی آئی ہو۔ تم نے کبھی ان کا درد بانٹا ہی نہیں۔ شاید بانٹ لیتی تو وہ دھیرے دھیرے کم ہو جاتا اور پھر ایک روز بالکل ختم ہو جاتا۔ کبھی ان کا ہاتھ تھام کے کہتی کہ میں آپ کے ہر درد میں آپ کے ساتھ ہوں، آپ اگر اپنی محبت کے بارے میں بات کرنا

چاہیں تو میں سنوں گی کیونکہ میں آپ کی ہم سفر ہوں میں نہیں سنوں گی تو بھلا کون سنے گا۔ اور پھر وہ تم سے ایک دوست کی طرح سب شیئر کرتے پھر انھیں چھپانا نہ پڑتا۔ جب وہ رونا چاہتے تو تم انھیں اپنا کندھا فراہم کرتی۔ بیوی وہ ہوتی ہے جو زندگی کی ساتھی ہوتی ہے ہر درد کی ساتھی ہوتی ہے۔ تم مانتی ہو کہ انھوں نے آج تک تمہاری حق تلفی نہیں کی۔ پھر تم اس شخص کو کسی ایسی بات کے لیے کیسے الزام دے سکتی ہو جو اس کے بس میں ہی نہیں۔" شزا دھیمے لہجے میں اسے سمجھا رہی تھی۔

اسی وقت ہارن کی آواز پہ چوکیدار نے گیٹ کھولا۔ رامش کی گاڑی اندر داخل ہو رہی تھی۔

"شزا رامش آگئے ہیں پھر بات ہو گی۔" کرن کھوئے کھوئے سے لہجے میں بولی تھیں۔

رامش گاڑی سے اتر کے ان ہی کی طرف آرہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

کمرے میں نائٹ بلب کی مدھم روشنی تھی۔ رات کا جانے کون سا پہر تھا جب ملیحہ ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھی تھیں۔ پنکھا پوری رفتار کے ساتھ چل رہا تھا۔ لیکن ان کا جسم پسینے میں شرابور تھا۔ وہ گہرے سانس لے رہی تھیں۔

آج برسوں بعد وہ خواب پھر سے دیکھا تھا۔ وہ خواب جس کے نہ آنے کی وہ دعا کیا کرتی تھیں۔ آج پھر اس دشمنِ جاں کو دیکھا تھا۔۔۔ برسوں بعد۔۔۔ وہ اپنی فیملی کے ساتھ خوش تھا۔۔ اور ملیحہ آج بھی اسے کسی اور کے ساتھ نہیں دیکھ سکتی تھی۔ وہ کچھ دیر یوں ہی بیٹھی رہی تھیں۔ اور پھر آنسو ایک تواتر کے ساتھ بہنے لگے تھے۔ کاش جو ہماری قسمت میں نہ ہوں۔۔ وہ دل و دماغ سے بھی نکل جایا کریں۔ بے آواز آنسو۔۔۔ بے مول آنسو۔۔۔ جانے کتنی دیر بیت گئی جب وہ اٹھ کے باہر آگئیں۔ گھر میں کافی مہمان تھے جو مہندی کے بعد رات گئے سوئے تھے۔ گھر میں ہر طرف سناٹا تھا۔ کل گل کی بارات تھی۔ وہ کچن میں چلی آئیں۔ اور فریج سے پانی کی بوتل نکال کے گلاس میں پانی ڈالا۔ پانی کے چند گھونٹ حلق سے نیچے اتارے۔ اور واپس کمرے میں چلی آئیں۔

الماری کا پٹ کھولا اور نچلے حصے سے ایک ڈبہ باہر نکالا۔ وہ ڈبہ جسے وہ متاعِ جان کی طرح سنبھالتی آئیں تھیں۔ اسے لے کے بیڈ پہ آبیٹھیں۔ ڈبے میں بہت سی چھوٹی چھوٹی چیزیں ان گنت یادوں کے ساتھ موجود تھیں۔ ایک تصویر بھی تھی۔ یونیورسٹی کی پارٹی کی تصویر جس میں وہ اپنے باقی دوستوں کے ساتھ کھڑی تھیں۔ وہ ان کے گروپ کی تصویر تھی۔ جس میں وہ نوجوان ملیحہ کے ساتھ کھڑا تھا اور اس کے چہرے پہ مسکراہٹ تھی۔ مسکرانے سے اس کے گال میں ڈمپل پڑتا تھا۔ اور ڈمپل صرف لڑکیوں کو ہی تو سُوٹ نہیں کرتا۔ اس لڑکے کو بھی بہت پیارا لگتا تھا۔ وہ کتنی ہی دیر تصویر ہاتھ میں لیے بیٹھی رہیں۔

"یہ تصویر میں اپنے پاس رکھوں گی۔" پارٹی کے روز ملیحہ نے کہا تھا۔

"اور ایک میں بھی اپنے پاس رکھوں گا۔" وہ بھی بولا تھا۔

"تمہیں لینے کی کیا ضرورت ہے، میرے پاس ہو گی تو تم بھی دیکھ لیا کرنا ویسے بھی ہم تو ساری زندگی ساتھ ہی رہنے والے ہیں۔" ملیحہ کی بات پہ اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"ہاں یہ تو تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو، ہمیں ایک ہی تصویر کافی ہے۔"

ایک تصویر کافی نہیں تھی۔۔ ملیحہ نے غلط کہا تھا۔

ڈبے میں گول موتیوں والے ایئر رنگز بھی پڑے تھے۔ اور چاکلیٹ کے ریپر۔۔

"اب تم میری دی ہوئی چاکلیٹ کے ریپر بھی سنبھالا کرو گی۔۔ کم آن یار۔۔۔ اتنی محبت بھی اچھی نہیں ہوتی۔" وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولا تھا۔

"میں تمہاری دی ہوئی ہر چیز سنبھال کے رکھنا چاہتی ہوں، کیونکہ تمہاری دی ہوئی ہر چیز میرے لیے بہت انمول ہے۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں بھئی جو مرضی رکھو اپنے اس اسپیشل باکس میں۔" وہ ہار مانتا ہوا بولا تھا۔

ملیحہ گزری یادوں کے طلسم سے آج تک نہیں نکل سکی تھیں۔

باہر موذن نے فجر کی اذان دینی شروع کی۔ ملیحہ ڈبہ واپس رکھ کے باہر نکل آئیں۔ آسمان پہ ابھی تک تارے بکھرے تھے۔ وہ وہیں صحن میں بیٹھ کے اذان کے الفاظ سنتی رہیں۔ اور پھر وضو کر کے جائے نماز پہ آ کھڑی ہوئیں۔ نماز کے بعد وہ بہت دیر تک اُس کے لیے دعا کرتی رہی تھیں۔۔۔ اُس کی زندگی کے لیے۔۔ خوشیوں کے لیے۔۔ اور اس کی فیملی کے لیے بھی۔۔۔ کیونکہ وہ اُس کی فیملی کے لیے بھی دل میں محبت محسوس کرتی تھیں۔ وہ محبت میں اعلا ظرفی کی قائل تھیں۔۔۔ اگر اُس سے محبت تھی تو اس سے جڑی ہر چیز۔۔۔ ہر انسان سے محبت تھی۔۔۔

نماز کے بعد وہ اپنا کالی اور سنہری جلد والا قرآن لے کے بیٹھ گئی تھیں۔ یہ قرآن پاک بھی اسی کا دیا ہوا تحفہ تھا جو اُس نے برتھ ڈے پہ دیا تھا۔

قرآن کے شروع میں اس نے رحمت اور ہدایت کی دعا لکھی تھی۔

"میں چاہتا ہوں تم اسے اپنا مصحف بناؤ۔" قرآن پاک دیتے ہوئے اس نے کہا تھا۔

"مصحف کیا ہوتا ہے۔۔؟؟"

"مصحف وہ قرآن پاک ہوتا ہے جسے ایک حافظ حفظ کرتے ہوئے استعمال کرتا ہے۔" اُس نے ملیحہ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا تھا۔

"اور کہتے ہیں کہ جس قرآن پاک سے پڑھ کے آپ حافظ بنتے ہیں، پھر آپ کو چاہیئے کہ ساری زندگی اسی سے تلاوت کریں

۔"اُس نے تفصیل سے جواب دیا تھا۔

اور وہ ساری زندگی اسی قرآن پاک سے تلاوت کرتی آئی تھیں۔

وہ ان کی زندگی کا سب سے قیمتی۔۔۔سب سے انمول تحفہ تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

گھر میں ہر طرف خوشی کا سماں تھا۔ایک رونق سی لگی ہوئی تھی۔بارات بس پہنچنے ہی والی تھی۔ہر کوئی عجلت میں تھا۔بارات کے پہنچنے سے پہلے تمام لڑکیاں پھولوں کی پلیٹیں تھام رہی تھیں۔

عائلہ بھی ابھی ابھی کمرے سے تیار ہو کے نکلی تھی۔امبر کی تیاری ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی۔

"عائلہ بیٹا میں اپنا موبائل گھر بھول آئی ہوں، جاؤ بیٹا جلدی سے لے آؤ۔ کچن کی سلیب پہ پڑا ہو گا۔"رفعت آنٹی نے عائلہ کو روکتے ہوئے کہا تھا۔

"جی آنٹی ابھی لے آتی ہوں۔"عائلہ اپنے گھر سے نکل کے سامنے امبر کے گھر داخل ہو گئی تھی۔اُن کے گھر بھی بارات کے بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا۔اس لیے گھر کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔وہ سیدھی کچن میں گئی تھی۔جیسے ہی وہ کچن میں داخل ہوئی اُس کی نظر اسد پہ پڑی تھی جو فریج سے پانی نکال کے پی رہے تھے۔

وہ انھیں نظر انداز کرتی ہوئی سلیب پہ پڑا موبائل اٹھا کے باہر آنے لگی جب اسد نے آواز دے کے اسے روک لیا۔وہ وہیں دروازے میں رک گئی لیکن اس نے پلٹ کے نہیں دیکھا۔

"کیا بات ہے۔۔؟؟تم خفا ہو مجھ سے۔۔؟؟اسد اس کے بالکل پیچھے آ کے کھڑا ہو گیا۔

وہ خاموش رہی۔

"عائلہ کیا بات ہے۔۔۔؟؟"اسد نے دوبارہ پوچھا۔

عائلہ نے پورا رخ اس کی طرف موڑ لیا۔رائل بلیو فراک میں وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔کانوں میں چھوٹی چھوٹی جھمکیاں ڈال رکھی تھیں۔

"بھائی کا مطلب جانتے ہیں کیا ہوتا ہے۔۔؟؟"وہ براہِ راست ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی تھی۔اسد اچنبھے سے اُسے دیکھنے لگا۔

"بھائی کہتی تھی میں آپ کو۔۔۔۔پھر کیسے آپ نے ایسا سوچ لیا میرے لیے۔۔۔؟؟"اس کا لہجہ افسردہ ہو گیا تھا۔

"اگر آپ چاہتے ہیں کہ میرے دل میں آپ کی جو تھوڑی بہت عزت رہ گئی ہے وہ قائم رہے تو رفعت آنٹی کو خود اس رشتے

کے لیے منع کر دیں۔" وہ مضبوط لہجے میں کہتے ہوئے کچن سے نکل گئی تھی۔ اور اسد وہیں تہی داماں کھڑا رہ گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ملیحہ پھولوں کی پلیٹ لیے دروازے کے قریب کھڑی تھیں۔ وہ ہمیشہ کی طرح بہت ڈیسنٹ لگ رہی تھیں۔

جب ایک لڑکا اندر داخل ہوا تھا۔ بلیو جینز پہ وائٹ ٹی شرٹ پہنے بال سلیقے سے جمائے۔۔ وہ کسی دیس کا شہزادہ لگ رہا تھا۔ ملیحہ کی اچانک اُس پہ نظر پڑی تھی۔ اور پھر پلٹنا بھول گئی تھی۔

ہارون۔۔۔ انھوں نے زیرِ لب کہا تھا۔

سکندر۔۔۔ ان کے دل نے گواہی دی تھی۔

اس کے پیچھے ان کی نند بھی دروازے سے اندر داخل ہوئی تھی۔ وہ دونوں حیران نظروں سے گھر میں شادی کا سماں دیکھ رہے تھے۔

ملیحہ کسی ٹرانس کی کیفیت میں آگے بڑھی تھیں اور سکندر کے سامنے جا کھڑی ہوئی تھیں۔ سکندر جو متلاشی اور حیران نظروں سے ارد گرد دیکھ رہا تھا۔ وہ وہیں منجمد ہو گیا تھا۔ اس نے پھپھو کے گھر ان کی شادی کی تصویریں دیکھی تھیں۔ اور گزرے وقتوں نے ملیحہ پہ کچھ زیادہ اثر نہیں چھوڑا تھا۔ وہ آج بھی ویسی ہی ینگ اور خوبصورت تھیں۔

"ماما۔۔۔۔" اس نے یک لفظی جملہ کہا تھا اور پھر اس کے آنسو اس کے چہرے کو بھگونے لگے تھے۔ اسے کوئی پرواہ نہیں تھی کہ کون کون اسے دیکھ رہا ہے اور کیسی عجیب اور حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہا ہے۔

ملیحہ نے آگے بڑھ کے اسے گلے لگا لیا تھا۔ اور پھر وہ دونوں زار و قطار رونے لگے تھے۔ وہ اپنے بیٹے کے چوڑے سینے میں منہ چھپا کے رو رہی تھیں۔ برسوں کی آبلہ پائی کے بعد جیسے رونے کے لیے کوئی کندھا میسر ہوا تھا۔

عائلہ جیسے ہی دروازے سے اندر داخل ہوئی، حیرت زدہ سی وہیں کھڑی رہ گئی۔ اس کی ماما کسی لڑکے کے گلے لگی رو رہی تھیں۔ پاس ہی رفعت آنٹی اور اماں کھڑی اپنے آنسو پونچھ رہی تھیں۔ ایک اور عورت بھی وہیں کھڑی تھی۔ وہ ان دونوں کو حوصلے کی تلقین کر رہی تھی۔ عائلہ حیرت بھرے انداز سے یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ قدم قدم چلتی ہوئی آگے آئی۔

"ماما۔۔۔۔" اس نے ملیحہ بیگم کو پکارا تھا۔

اور اس کی آواز پہ اُس لڑکے نے یک لخت مڑ کے دیکھا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"عائلہ۔۔۔؟؟" سکندر نے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"جی۔۔۔ آپ کون۔۔۔؟؟" عائلہ اسے الجھن اور حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی جبکہ سکندر کی نظروں میں اپنی چھوٹی بہن کے لیے محبت تھی۔

"میری بچی۔۔۔۔" نصرت بیگم نے آگے بڑھ کے عائلہ کو گلے سے لگا لیا۔

ملیحہ ابھی تک رو رہی تھیں۔ اور عائلہ حیران سی کھڑی ساری صورتِ حال کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ امبر بھی نہ جانے کب پیچھے آ کے کھڑی ہو گئی تھی۔ اور رفعت بیگم کے کان میں گھسی اُن سے پوچھ رہی تھی کہ آخر یہ سب ہو کیا رہا ہے۔

"یہ تمہارا بھائی ہے میری بچی۔۔۔" نصرت بیگم نے اُس سے الگ ہوتے ہوئے سکندر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"بھائی۔۔۔۔" عائلہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

"لیکن میرا تو کوئی بھائی نہیں ہے۔"

"مما کون ہیں یہ لوگ۔۔؟" اب وہ ملیحہ بیگم کے سامنے سراپا سوال بنی کھڑی تھی۔

"یہ تمہارا بھائی ہے۔۔۔۔" ملیحہ نے سکندر کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا تھا۔

"لیکن میرا تو کوئی بھائی نہیں ہے۔" حیرت سی حیرت تھی۔

امبر بھی پوری آنکھیں کھولے عائلہ کے اس بھائی کو دیکھ رہی تھی جو نہ آج تک دیکھا نہ سنا۔۔۔ اور اب اچانک پتا نہیں کہاں سے آ گیا تھا۔ اندر بیٹھی گل کو بھی کوئی خبر دے آیا تھا۔ اور وہ یہ بھول گئی تھی کہ آج اُس کی شادی ہے۔ وہ بھی باہر چلی آئی تھی۔ اُن سب کے لیے یہ ایک انہونی تھی جو ہو گئی تھی۔ لیکن بڑے پر سکون تھے۔ یوں جیسے وہ پہلے سے سب جانتے تھے۔ اسد بھی پیچھے اطمینان سے کھڑا تھا۔ وہ بھی اس سب سے واقف تھا۔

"تم میری بہن ہو۔۔۔" سکندر نے عائلہ کا ہاتھ تھامتے ہوئے جیسے اُسے یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔

عائلہ نے اپنا ہاتھ چھڑا لیا تھا۔ وہ بس الجھن سے ملیحہ کو دیکھے جا رہی تھی۔ اور پھر کچھ بھی کہے بنا وہ اندر چلی گئی۔

ملیحہ نے سکندر کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کے جیسے اسے تسلی دی تھی۔۔۔ کہ وہ سمجھ جائے گی۔

اسی اثنا میں بارات آ گئی۔ جانے کیسے بارات آئی۔۔ کیا کیا ہوا۔۔۔ کسی کو کچھ ہوش نہیں تھا۔ ملیحہ کا سارا دھیان تو سکندر کی طرف تھا۔

شہزادوں کی سی آن بان رکھنے والا ان کا بیٹا آج اُن کے ساتھ تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رامش سونے کی تیاری کر رہے تھے جب کرن اُن کے لیے نیم گرم دودھ کا گلاس لے کے آئیں۔

اور وہیں بیٹھ گئیں۔۔۔

رامش نے دودھ کا گلاس خالی کر کے سائیڈ ٹیبل پہ رکھا۔ اور کرن کی طرف متوجہ ہو کے بولے۔

"کچھ کہنا چاہتی ہیں آپ۔۔؟؟"

کرن جو کب سے الفاظ ترتیب دے رہی تھیں۔۔ ان کی طرف دیکھنے لگیں۔

"آپ کو کیسے پتا چلا کہ کچھ کہنا چاہتی ہوں۔۔؟"

کرن کی بات پہ رامش مسکرا دیے۔

"برسوں گزر گئے ہماری رفاقت کو۔۔۔ اب تو میں آپ کے چہرے کو دیکھ کے بتا سکتا ہوں کہ آپ کیا سوچ رہی ہیں۔"

"میں واقعی میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔۔ لیکن سمجھ نہیں پا رہی کہ کیسے کہوں۔۔" کرن جیسے کچھ کہنے اور نہ کہنے کی کشمکش میں تھیں۔

"آج میں اور آپ یونیورسٹی کی باتیں کرتے ہیں۔۔۔" بالآخر کرن نے بات کا آغاز کیا۔

"کون سی یونیورسٹی کی باتیں۔۔؟" رامش حیرت سے انھیں دیکھ رہے تھے۔ کرن کا برتاؤ آج کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔ وہ تو سیدھے سبھاؤ بات کرنے کی عادی تھیں۔ آج نہ جانے کیا بات آڑے آ رہی تھی۔

"آپ کی یونیورسٹی کی باتیں۔۔۔ آپ کے دوستوں کی باتیں۔۔۔" کرن نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو رامش انھیں پرسوچ انداز میں دیکھنے لگے۔ پتا نہیں کیا چل رہا تھا آج ان کی بیوی کے ذہن میں۔

"اور اُس کی باتیں بھی۔۔۔ جس سے آپ محبت کرتے تھے اور شادی کرنا چاہتے تھے۔" کرن نے ساری ہمت مجتمع کر کے بالآخر کہہ ڈالا۔

اور اُن کی بات پہ رامش کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔ کہاں وہ اس موضوع پہ لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتی تھی اور کہاں آج خود اُس پہ بات کرنے کو کہہ رہی تھی۔

"میں اس موضوع پہ کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔۔" رامش نے سنجیدگی سے کہا۔

"لیکن میں کرنا چاہتی ہوں۔" کرن اپنی بات پہ مصر تھیں۔

"آخر کیوں۔۔۔۔؟؟" رامش نے ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ تذبذب کا شکار لگ رہے تھے۔

"آپ بہت اچھے ہیں رامش۔۔۔ میں بلاوجہ ایک ایسی بات کو جواز بنا کے ہمیشہ آپ سے لڑتی جھگڑتی آئی ہوں۔۔۔ جس میں آپ کا کوئی قصور ہی نہیں تھا۔ ہر انسان کو حق ہے کہ وہ اس انسان سے شادی کرے جسے وہ پسند کرتا ہے۔ لیکن ماموں جان نے

آپ کے ساتھ اس وقت زیادتی کی۔ اور بعد میں ساری زندگی میں روایتی بیویوں کی طرح آپ کو قصوروار سمجھتی آئی۔ مجھے تو آپ کا درد بانٹنا چاہیے تھا۔ لیکن مجھے کبھی احساس ہی نہیں ہوا۔ مجھے بس اپنا دکھ ہی نظر آتا رہا اور وہی ساری دنیا سے بڑا لگتا رہا۔" بات کرتے ہوئے کرن کے آنسو بہنے لگے تھے۔

رامش چپ چاپ انھیں دیکھ رہے تھے۔

پھر رامش نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔

"کرن آپ کا کوئی قصور نہیں ہے۔ کوئی بھی عورت اپنے مرد کی محبت میں شراکت برداشت نہیں کرتی۔"

"لیکن وہ تو کبھی شریک تھی ہی نہیں۔۔۔ آپ تو شاید اسے بھول جاتے۔۔ یہ میں ہی تھی جو ہر بات میں اسے گھسیٹ لاتی تھی۔۔۔ اور اس طرح میں نے ہی اسے کبھی آپ کے ذہن سے نہیں نکلنے دیا۔"

کرن کی بات پہ رامش اداسی سے مسکرا دیے۔

"جو ہونا تھا سو ہو چکا۔۔۔ ماضی کو بھول جانے میں ہی بہتری ہے۔ آپ رو رو کے خود کو ہلکان نہ کریں۔"

"اور اب ہمارا محبتوں کا زمانہ گزر چکا۔ اب تو ہمارے بچوں کا وقت ہے۔ اب تو آپ کے صاحبزادے کو کسی سے محبت ہو گئی ہے۔"

رامش کی بات پہ کرن نے چونک کے سر اٹھایا تھا۔

"نوال کو محبت ہو گئی ہے۔۔۔؟؟ کس سے محبت ہو گئی۔۔۔؟؟ کرن بے یقینی سے پوچھ رہی تھیں۔

اور پھر رامش نے انھیں سارا قصہ سنا دیا۔ جسے سن کے وہ پریشان ہو گئی تھیں۔

"اب کیا ہو گا رامش۔۔؟؟"

"ارے بھئی ہو گا کیا۔۔۔ رشتہ لینے جائیں گے ہم۔۔۔ اب بیٹے کی زندگی کی اتنی بڑی خواہش ہے۔۔ ٹال تو نہیں سکتے۔" رامش ہلکے پھلکے انداز میں بولے تھے۔

"آپ شاید بھول رہے ہیں کہ آپا نے مونا کے لیے اشاروں کنایوں میں کہہ رکھا ہے۔" کرن نے رامش کی بڑی بہن کی بیٹی مونا کا نام لیا۔

"ارے بھئی باقاعدہ کوئی بات تو نہیں ہوئی نا۔۔۔ اور ویسے بھی جہاں بچے چاہیں گے وہیں شادی کریں گے۔۔۔ زمانہ بہت بدل گیا ہے۔۔۔ اب ہمیں بھی تھوڑا سا بدل جانا چاہیے۔۔ آخر کب تک ہم بچوں کو رشتوں کے نام پر بلیک میل کرتے رہیں گے۔ اور ویسے بھی اچھی تبدیلیاں لانی چاہیئیں معاشرے میں۔" رامش انھیں سمجھاتے ہوئے بولے۔

"کہہ تو آپ ٹھیک رہے ہیں پھر میں لائبہ سے بات کرتی ہوں کہ کوئی پلان بنائے ان کی طرف لے کے چلے ہمیں۔ پھر دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔" کرن پر سوچ انداز میں بولیں تو رامش سر ہلا کے رہ گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

امبر کیاری میں لگے پودوں کو پانی دے رہی تھی۔ سرخ اور سفید گلاب بہت پیارے لگ رہے تھے۔

اسد پاس ہی کرسی پہ بیٹھا گہری سوچ میں گم تھا۔

"امبر ادھر آؤ میری بات سنو۔۔"

اسد کی آواز پہ امبر پانی کا پائپ وہیں کیاری میں گرا کے دوپٹے سے ہاتھ پونجھتی چلی آئی۔

"تمہاری عائلہ کے ساتھ میرے بارے میں کوئی بات ہوئی تھی۔۔؟؟" اسد نے امبر سے پوچھا۔

"جی بھائی ہوئی تھی میری بات۔۔" امبر ساتھ رکھی کرسی پہ بیٹھتے ہوئے بولی۔

"جانتی ہو۔۔ اس نے مجھ سے کہا ہے کہ میں امی سے کہہ کے رشتے سے انکار کر دوں۔" اسد نے اپنے تئیں امبر کو جیسے بڑی خبر سنائی تھی۔

لیکن امبر کا نارمل انداز دیکھ کے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کے لیے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔

"مجھے تو پہلے ہی اندازہ تھا اس بات کا۔۔۔" امبر نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اور پھر ہاسٹل میں عائلہ کے ساتھ ہونے والی ساری بات اسد کو بتادی۔

ساری بات سن کے اسد نے پر سوچ انداز میں ہنکارا بھرا تھا۔

"میں اسے کسی قیمت پہ خفا نہیں کرنا چاہتا۔ اور نہ کسی قسم کے زبردستی کے رشتے کا قائل ہوں۔ اگر اسے میرا ساتھ قبول نہیں ہے تو پھر اس رشتے کو جوڑنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔" اسد نے ہمیشہ کی طرح سمجھداری کا ثبوت دیا تھا لیکن امبر اس کو دیکھ کے رہ گئی تھی۔ وہ اپنے بھائی کی محبت کی شدت سے واقف تھی۔ لیکن عائلہ کے دوٹوک انکار کے بعد اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔

اسد اٹھ کے اندر کی طرف چل دیا تھا اور امبر دکھ سے اپنے بھائی کی پشت دیکھتی رہ گئی تھی۔

"کاش وہ اپنے بھائی کے لیے کچھ کر پاتی۔۔۔ کاش عائلہ کو منا پاتی۔۔۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆

شادی کی ساری رونق ختم ہو گئی تھی۔ سب مہمان اپنے اپنے گھروں کو چل دیے تھے۔ اب گھر میں سوائے گھر کے نفوس کے اور کوئی نہیں تھا۔

عائلہ نے اس دن کے بعد ابھی تک کسی سے بات نہیں کی تھی۔

اس نے دوبارہ سکندر کا سامنا بھی نہیں کیا تھا۔ وہ جتنا سوچتی اتنا ہی الجھتی جاتی تھی۔

ملیحہ صحن میں رکھی چارپائی پہ بیٹھی تھیں۔ سکندر گاؤں کی مسجد میں نماز پڑھنے گیا تھا۔ اور عائلہ اندر کمرے میں تھی۔ اماں بی ملیحہ کے ساتھ چارپائی پہ آ بیٹھیں۔

"ملیحہ پتر۔۔۔ بچوں کو ساری بات بتا دے۔ تیرے بچے بہت سمجھدار ہیں وہ تیری مجبوری سمجھ جائیں گے۔" اماں نے ملیحہ کے گھٹنے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"اماں ہمت ہی نہیں ہوتی۔۔۔ عائلہ نے تین دن سے مجھ سے بات نہیں کی۔ سکندر بھی جب سے آیا ہے ڈھیروں سوال پوچھ بیٹھا ہے۔ میں آخر کیا بتاؤں ان دونوں کو۔۔۔ ماں باپ کی غلطیوں کی سزا بچوں کو بھگتنی پڑی۔" ملیحہ کے لہجے میں ان کہے دکھ بول رہے تھے۔

"پتر نہ جانے ماں باپ یہ کیوں سوچتے ہیں کہ ان کی اولاد انھیں غلط سمجھے گی۔ کیا پتا اولاد کو دکھ بتا دینے سے دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے اور وہ بھی ماں باپ کی مجبوری سمجھ جائیں۔ میری بات مان ملیحہ۔۔ بچوں کو پاس بٹھا کے سب بتا دے۔ باقی اللہ پہ چھوڑ دے وہ بہتر کرے گا۔ تونے آج تک کسی کا برا نہیں چاہا تو میرا رب بھی تیرے ساتھ برا نہیں ہونے دے گا۔" اماں نے ملیحہ بیگم سے کہا تو وہ محض سر ہلا کر رہ گئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ماما آج کیا بنا ہے کھانے میں۔۔؟؟" نوال کچن میں آ کے فریج کھولتا ہوا بولا۔

"ادھر آؤ بچو۔۔۔ پہلے تو یہ بتاؤ چوری چوری محبت کر لی اور ماں کو بتایا بھی نہیں۔۔" کرن اس کا کان کھینچتے ہوئے بولیں تو وہ سٹپٹا گیا۔

"آپ کو کس نے بتایا ماما۔۔۔؟؟" اس نے قدرے جھجھکتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارے بابا نے بتایا کل رات۔۔۔۔" کرن اسے ممتا بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولیں۔

"وہ ماما۔۔۔ بس۔۔ پتا ہی نہیں چلا کب کیسے ہو گئی۔۔" اب وہ اپنا کان کھجا رہا تھا۔

"اچھا تو موصوف کو پتا ہی نہیں چلا۔۔" کرن مسکراہٹ دباتے ہوئے سنجیدگی سے بولیں۔

"ماما ویسے لڑکی کیسی لگی آپ کو۔۔۔ آپ بھی تو دیکھ چکی ہیں اُسے۔۔" نوال ماں کے ہاتھ تھامتا ہوا بولا۔

"لڑکی تو اچھی ہے۔ اب دیکھتے ہیں آنے والے وقت میں کیسی بہو ثابت ہوتی ہے۔" کرن مسکراتے ہوئے بولیں تو نوال اُن

کی بات پہ اندر تک سرشار ہو گیا۔

وہ تو سمجھا تھا کہ کرن نہیں مانیں گی۔ لیکن کرن کے تو انداز ہی آج بدلے ہوئے تھے۔

اور کرن سوچ رہی تھیں۔۔۔بس ذرا سی سوچ بدلنے کی دیر تھی۔۔۔ہر منظر نکھر گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

سکندر کمرے میں داخل ہوا تو گھپ اندھیرے نے اس کا استقبال کیا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کے لائٹ آن کی۔ سامنے ہی عائلہ بیڈ پہ لیٹی ہوئی تھی۔ ایک بازو آنکھوں پہ رکھا ہوا تھا۔ اور دنیا جہان سے خفا لگ رہی تھی۔ سکندر آج پہلی بار اس کے کمرے میں آیا تھا۔

روشنی ہونے پہ عائلہ نے بازو ہٹایا اور پھر سکندر کو دیکھ کے اٹھ بیٹھی۔ اس کی آنکھوں میں محسوس کی جانے والی خفگی تھی۔

سکندر اس کے پاس بیڈ پہ آ بیٹھا۔

"کتنے دن لگتے ہیں تمہیں منانے میں۔۔۔؟؟" وہ عائلہ کو دیکھتے ہوئے بولا۔ جو سر جھکا کے بیٹھی تھی۔ ہونٹ سختی سے بھینچ رکھے تھے۔

"دیکھو یہ تو میں جانتا ہوں کہ بہنیں بھائیوں سے خفا ہو جاتی ہیں اور پھر انھیں منانا پڑتا ہے۔ لیکن میرا تو ابھی اپنی بہن کے ساتھ واسطہ پڑا ہے۔ اس لیے مجھے اندازہ نہیں ہے کہ میری بہن کتنے دن لیتی ہے راضی ہونے میں۔ اور راضی ہونے کے لیے اس کی کیا ڈیمانڈز ہیں۔ اگر تم بتا دو تو میں بہت شکر گزار ہوں گا۔" سکندر ہلکے پھلکے انداز میں بول رہا تھا۔ جبکہ عائلہ کے انداز میں اور چہرے کے تاثرات میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

"عائلہ دیکھو میں جانتا ہوں کہ یہ سب اچانک سے قبول کرنا مشکل ہے۔ میرے لیے بھی بہت مشکل تھا۔ ہماری زندگی دوسرے بہت سے لوگوں سے بہت مختلف گزری ہے اور اس بات کو ہم جتنی جلدی سمجھ جائیں بہتر ہو گا۔"

اسی اثنا میں ملیحہ کمرے میں داخل ہوئیں۔ سکندر ان کے آنے پہ کھڑا ہو گیا۔

"ماما دیکھیں میں اسے منانے کی کوشش کر رہا ہوں اور یہ بات ہی نہیں کر رہی۔ اس کا بھائی امریکہ سے یہاں صرف اپنی بہن سے ملنے آیا ہے اور بہن کو کوئی پرواہ ہی نہیں۔" سکندر نے کن اکھیوں سے عائلہ کی طرف دیکھتے ہوئے ملیحہ بیگم سے اس کی شکایت لگائی۔

اور اس کی بات پہ عائلہ نے لحظہ بھر کو اسے نظر اٹھا کے دیکھا تھا۔

"یہ امریکہ سے آیا ہے۔۔۔" وہ دل ہی دل میں حیرت کا شکار ہوئی۔

ملیحہ بیگم آ کے اس کے پاس بیٹھ گئیں۔ سکندر بھی وہیں ان کے پاس آ بیٹھا۔

"میں جانتی ہوں تم دونوں کے ذہن میں ان گنت سوال ہیں کہ کیوں تم لوگوں کو ہمیشہ ایک دوسرے سے بے خبر رکھا گیا۔ اور کیوں میں اور تمہارے بابا ساتھ نہیں رہتے۔"

"میں تم لوگوں کو بتانا تو نہیں چاہتی تھی کہ یہ ہمارا میاں بیوی کا آپس کا معاملہ ہے۔ لیکن اب حالات کو دیکھتے ہوئے شاید یہ بہت ضروری ہو گیا ہے۔" ملیحہ نے باری باری دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں اس وقت یونیورسٹی کی اسٹوڈنٹ تھی جب ایک روز کار ایکسیڈنٹ میں اماں جان اور ابا جان کا انتقال ہو گیا۔ قیامت سی قیامت تھی جو مجھ پہ ٹوٹ پڑی تھی۔ میں بھری دنیا میں بالکل اکیلی رہ گئی تھی۔ چچا جان مجھے اپنے گھر لے گئے۔ وہ مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔ مجھے خوش رکھنے کی پوری کوشش کرتے۔ لیکن چچی مختلف مزاج کی خاتون تھیں۔ وہ اور ان کی دونوں بیٹیاں مجھے برداشت نہیں کر پا رہی تھیں۔ اور چچا جان یہ بات سمجھ گئے تھے۔ اس لیے انھوں نے اپنے اکلوتے بیٹے کو امریکہ سے بلوایا اور میری اس کے ساتھ منگنی کر دی۔ تمہارے بابا نے بہتیرا شور مچایا کہ وہ ابھی شادی نہیں کر سکتے لیکن چچا نے ان کی ایک نہ سنی۔ اور یوں کچھ ہی عرصے میں ہم دونوں کی شادی ہو گئی۔ تمہارے بابا کا رویہ روز اول سے میرے ساتھ بہت سرد تھا۔ انھوں نے مجھے کبھی دل سے قبول نہیں کیا۔ چچا جان کے کہنے پہ وہ ہر سال یا چھ مہینے میں ایک چکر پاکستان کا لگا لیتے تھے۔ چچی کا رویہ میرے ساتھ کچھ اور برا ہو گیا تھا۔ پھر اللہ نے مجھے اولاد کی شکل میں تم دونوں سے نوازا۔ زندگی میرے لیے کچھ آسان ہو گئی۔ میں جب بھی پریشان ہوتی تم دونوں کی معصومیت بھری باتیں مجھے سارے دکھ درد بھلا دیتیں۔" ملیحہ دھیرے دھیرے کتابِ ہستی کے اوراق پلٹ رہی تھیں۔ اور باہر جائے نماز پہ بیٹھی اماں بی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے بیٹھی تھیں۔ رات آہستہ آہستہ بیت رہی تھی۔

"سب معمول کے مطابق چل رہا تھا جب اچانک چچا جان کی طبیعت خراب رہنے لگی۔ انھوں نے ہارون پہ زور ڈالنا شروع کر دیا کہ وہ مجھے اور تم دونوں کو امریکہ لے جائیں۔ ہارون نے اپنی مجبوریوں کا رونا رویا لیکن بالآخر انھیں بیمار باپ کے سامنے ہار ماننا پڑی۔ اور یوں ہم تینوں امریکہ چلے گئے۔" ملیحہ یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گئیں۔

عائلہ اور سکندر دم سادھے ان کی بات سن رہے تھے۔ کمرے میں اتنی خاموشی تھی کہ سوئی بھی گرتی تو آواز آتی۔

"امریکہ جانے پہ مجھے معلوم ہوا کہ تمہارے بابا نے پہلے سے وہاں شادی کر رکھی ہے۔ جینی ان کی پہلی بیوی تھی۔ ان کے دل کے بہت قریب تھی۔ اسے میرا امریکہ آنا بہت ناگوار گزرا تھا۔ خاص طور پہ اسے تم دونوں برداشت نہیں ہوتے تھے۔ ہارون نے مجھے پہلے دن سے باور کروا دیا تھا کہ میں ان کے گھر میں رکھے سامان سے کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ میں نے بھی اپنی زندگی سے سمجھوتہ کر لیا تھا۔ میرے پاس تم دونوں تھے۔ میرے لیے یہی کافی تھا۔ جینی اکثر مجھے پریشان کرنے چلی آتی تھی۔ اور پھر ایک روز

چچا جان کا انتقال ہو گیا۔ مجھے یوں لگا جیسے دنیا میں میرا آخری خیر خواہ بھی قبر میں جا سویا ہو۔ چچا جان کی موت کے بعد ہارون بالکل نڈر ہو گئے۔ انھیں اب کسی کا ڈر نہیں تھا۔" ملیحہ نے بات کے درمیان وقفہ لیا۔

سکندر ان کی گود میں سر رکھ کے لیٹ گیا۔ اور عائلہ نے بھی ان کے کندھے پہ سر رکھ لیا۔ دکھوں کی ایک پٹاری تھی جو ان کی ماں نے برداشت کی تھی۔ اور وہ دونوں ماں کے دکھ پہ اندر تک دکھی ہو گئے تھے۔

"پھر ایک روز جینی بھی یہ دنیا چھوڑ گئی۔۔۔ ایک روز وہ سوئی تو صبح کو اٹھی ہی نہیں۔ نہ جانے رات کے کس پہر موت نے اس پہ اپنا شکنجہ کس دیا تھا۔ جینی کی موت سے ہارون اندر تک ٹوٹ گئے تھے۔ وہ انھیں بہت عزیز تھی۔ اپنے درد کو وہ غصے کی صورت مجھ پہ اتارتے تھے۔ میں ان کا ہر ممکن خیال رکھ رہی تھی۔ مجھے ان کی حالت دیکھ کے دکھ ہوتا تھا۔ میں چاہتی تھی وہ جلد سے جلد زندگی کی طرف لوٹ آئیں۔ لیکن وہ مجھے برداشت کرنے کے حق میں نہیں تھے۔ ایک روز مجھے کہنے لگے تم پاکستان چلی جاؤ۔"

"میں نے ان سے کہا کہ میں پاکستان نہیں جانا چاہتی ان کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔"

"میں تمھیں ایک منٹ بھی یہاں برداشت نہیں کر سکتا نہ جانے تمھاری کس بددعا نے جینی کی جان لی ہے۔" ملیحہ کو آج بھی ہارون کے الفاظ یاد تھے۔

"اور پھر انھوں نے مجھے پاکستان بھیجنے کا سارا انتظام کر دیا۔ مجھے اختلاف کا اختیار تو کبھی بھی نہیں تھا۔ اصل قیامت تو اس وقت ٹوٹی جب مجھے پتا چلا کہ صرف عائلہ میرے ساتھ آئے گی۔"

"میں نے بہت منت سماجت کی، انھیں سمجھایا کہ سکندر ابھی چھوٹا ہے وہ میرے بغیر کیسے رہے گا، اگر وہ مجھے پاکستان بھیج ہی رہے ہیں تو دونوں بچوں کے ساتھ بھیجیں۔ لیکن وہ بھی اپنی ضد پہ ڈٹ گئے اور میری ایک نہ سنی۔ اور مجھے اپنے بیٹے کو وہیں دیارِ غیر میں چھوڑ کے آنا پڑا۔" ملیحہ نے سکندر کا ماتھا چومتے ہوئے کہا۔ سکندر نے اُن کے بیچ پڑتے ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں تھام لیے۔

"واپس پاکستان آنے پہ چچی اور اُن کی بیٹیوں نے میرا جینا حرام کر دیا اور چچی نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ تم کہیں اپنا انتظام کر لو، جب میرا بیٹا تمھیں نہیں رکھنا چاہتا تو یہاں رہنے کا تو کوئی جواز ہی نہیں بنتا۔"

"میں سوچتی کہ ایک چھوٹی سی بچی کے ساتھ آخر کہاں جاؤں گی۔ پھر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ میری ماں کی دور پار کی کوئی خالہ ایک روز چچی کے گھر ملنے چلی آئی۔ میں نے اپنا سارا مسئلہ انھیں کہہ سنایا۔ انھوں نے چچی کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن چچی تو پہلے سے ہی اکھڑ گئیں اور اُن سے کہا کہ اتنی اس کی خیر خواہ ہو تو ساتھ لے جاؤ اسے۔ اور اس طرح میں اماں بی کے ساتھ اس گاؤں چلی آئی۔ اماں بی کی بہوئیں مجھے زیادہ دن اپنے گھر برداشت نہ کر پائیں اور گھر کا ماحول میرے لیے اور اماں بی کے لیے تنگ پڑنے لگا۔ میں نے سلیم بھائی سے کہہ کے جو اماں کے بڑے بیٹے تھے گاؤں میں یہ مکان کرائے پہ لے لیا۔ اور گاؤں میں نور ویلفیئر انسٹیٹیوٹ کے

نام سے ایک فلاحی ادارہ چلانے لگی۔ اماں بی کی بہوؤں نے اماں اور گل کو گھر سے نکال دیا تو میں اماں کو اپنے گھر لے آئی۔ دن مہینوں میں اور مہینے سالوں میں ڈھلتے گئے۔ اور وقت کی دھول باتوں اور یادوں پہ جمتی چلی گئی۔"

"آپ کو میری یاد نہیں آتی تھی ماں۔۔؟؟" سکندر نے گلوگیر لہجے میں دریافت کیا۔

"بہت یاد آتی تھی، کوئی لمحہ ایسا نہیں جب تمہیں اپنے ذہن سے محو کیا ہو۔ میں نے سوچ رکھا تھا جب عائلہ کوئی مقام حاصل کر لے گی تو میں ہارون سے اپنا بیٹا واپس لے لوں گی۔ میں نے عائلہ کو بہتر سے بہتر تعلیم دلوائی کیونکہ یہ میری واحد امید تھی۔" بات کرتے ہوئے آنسوؤں کا ایک سیلاب ملیحہ کی آنکھوں سے بہہ رہا تھا۔

"لیکن آپ نے مجھے یہ سب پہلے کیوں نہیں بتایا۔۔؟ میں ہمیشہ آپ سے پوچھتی رہی کہ میرے بابا کہاں ہیں؟؟ میرا کوئی بہن بھائی کیوں نہیں ہے۔۔؟ ہمارے باقی لوگوں کی طرح چچا تایا خالہ کیوں نہیں ہیں۔۔ لیکن آپ ہمیشہ مجھے ٹالتی رہیں ماما۔۔"

"عائلہ میں صرف یہ چاہتی تھی بیٹا کہ تم پہلے کچھ بن جاؤ۔۔۔ میری بیٹی زندگی کو لے کے اتنی پر امید تھی میں اس کی امید کو ٹوٹتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی تھی۔" ملیحہ اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بولیں۔ باہر بادل زور سے گرجا اور موسلادھار بارش شروع ہو گئی۔ کمرے کی کھڑکی کے پٹ ہوا کے زور سے کھل گئے تو تازہ ہوا کمرے میں داخل ہو گئی۔

ایک بارش تھی جو باہر ہو رہی تھی۔۔۔ اور ایک جو اندر ان کی آنکھوں سے بہہ رہی تھی۔۔۔ ایک زمین کے تن من کو سیراب کر رہی تھی اور ایک دلوں کے میل دھو کے رشتوں میں نکھار لا رہی تھی۔

"اب تو تمہیں یقین آ گیا کہ میں تمہارا سگا بھائی ہوں۔۔" سکندر نے سرخ ہوتی آنکھوں کے ساتھ شرارت سے عائلہ کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ اپنی چھوٹی سی سرخ پڑتی ناک پونچھتے ہوئے مسکرا دی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ملک بھر میں مون سون بارشوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ گہرے دبیز بادلوں کی وجہ سے دن میں بھی رات کا سماں لگتا تھا۔ صبح دس بجے کا وقت تھا لیکن ہر طرف اندھیرا سا چھایا ہوا تھا۔ سکندر عائلہ کے کمرے میں تھا اس نے بلیو جینز پہ وائٹ ٹی شرٹ پہن رکھی تھی اور اس عام سے حلیے میں بھی وہ کسی ریاست کا شہزادہ لگتا تھا۔ عائلہ سکندر کو اپنے سارے میڈلز دکھا رہی تھی اور سکندر کو اپنی اتنی لائق فائق بہن پہ فخر ہو رہا تھا جس کا برملا اظہار وہ کر رہا تھا۔

"بھئی میں تو بس اتنا ہی پڑھتا تھا جتنا پاس ہو کے اگلی کلاس میں جانے کے لیے ضروری ہو۔" سکندر کان کھجاتا ہوا بولا تو عائلہ ہنس دی۔

اسی وقت کسی نے داخلی دروازے پہ دستک دی اور پھر دیتا ہی چلا گیا۔

"ارے کون ہے بھئی۔۔۔؟؟ چھری تلے دَم لو آرہا ہوں میں۔۔۔" سکندر عجلت میں دروازے کی طرف بڑھا لیکن آنے والا جیسے گھر کے مکینوں کو پریشان کرنے کی ٹھان کر آیا تھا۔

سکندر نے جیسے ہی دروازہ کھولا۔۔۔امبر مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔

"محترمہ آپ کون۔۔۔؟؟" سکندر نے اسے خشمگیں نظروں سے گھورا۔

"میں کون۔۔۔؟؟" امبر اپنی طرف اشارہ کر کے یوں بولی جیسے حیرت کی انتہا پہ ہو۔

اور اپنی بڑی بڑی گول آنکھیں پٹپٹائیں۔

"ارے میں ہی تو سب کچھ ہوں۔۔۔"

"اور اس پلیٹ میں کیا ہے۔۔؟؟" سکندر نے پلیٹ کی طرف اشارہ کیا جو اس نے تھام رکھی تھی اور ڈھانپ رکھی تھی۔

اور امبر جو ابھی اُسے تفصیل سے بتانے ہی لگی تھی کہ وہ کون ہے۔فی الوقت ارادہ ملتوی کر کے اندر کی طرف بڑھ گئی۔

سکندر نے آگے بڑھ کے دروازہ بند کیا اور وہ بھی اس کے پیچھے اندر چلا آیا۔

وہ لڑکی عائلہ کے بیڈ پہ آلتی پالتی مار کے بیٹھ چکی تھی اور عائلہ کے سامنے گرما گرم پکوڑوں کی پلیٹ رکھی ہوئی تھی۔

"سکندر بھائی اس سے ملیے، یہ میری دوست ہے۔۔۔واحد دوست۔۔۔امبر۔۔۔" عائلہ نے سکندر کو کمرے میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ کے امبر کا تعارف کرایا۔

"ابھی بھی کیا ضرورت ہے بتانے کی۔۔۔ہفتہ بھر ہو گیا بھائی کو آئے ہوئے اور تم نے میرا۔۔۔میرا یعنی اپنی اکلوتی دوست کا تعارف ہی نہیں کروایا۔" امبر گہرے صدمے کا شکار لگ رہی تھی۔

"ارے بھئی یہاں تو ہمارا اپنا تعارف کل رات ہوا ہے۔" سکندر کی بات پہ امبر نے دونوں کو حیرت سے گھورا۔

"یعنی ہفتہ بھر ہونے والا ہے اور آپ دونوں نے بات ہی نہیں کی آپس میں۔۔۔"

"تم سب چھوڑو یہ بتاؤ کہاں تھی اتنے دن سے، آئی کیوں نہیں۔۔" اب عائلہ نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

"میں نے تو کافی ہاتھ پاؤں مارے تھے آنے کے لیے، لیکن امی نے نہیں آنے دیا، ان کے خیال میں تم لوگوں کا فیملی ری یونین ہے تو فی الحال ڈسٹرب نہیں کرنا چاہیے۔"

"تم نے انھیں بتایا نہیں کہ میں عائلہ کی بہن ہوں۔۔" عائلہ اسے خفگی سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"بتایا تھا۔۔۔لیکن آج کل کی مائیں کہاں سمجھتی ہیں کوئی بات۔۔۔" امبر چہرے پہ بے چارگی طاری کرتے ہوئے بولی تو سکندر کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"ویسے مجھے پورا یقین ہے مِس امبر کہ اگر آپ پہلے آگئی ہوتیں تو کب سے عائلہ کی ناراضی دور ہو جاتی۔"

"مِس امبر کیا ہوتا ہے۔۔۔؟؟" امبر نے اب کے تیکھے چتونوں سے سکندر کو گھورا تو وہ سٹپٹا گیا۔ یہ پٹاخہ لڑکی تو کہیں سے بھی عائلہ کی دوست نہیں لگتی تھی۔ کہاں عائلہ بس ضرورت کے وقت بات کرنے والی اور کہاں یہ۔۔۔بس بولتے ہی چلے جانے والی۔"

"میں بھی عائلہ کی طرح آپ سے دو تین سال تو چھوٹی ہوں، اور عائلہ کی بہن ہوں تو آپ کی بھی چھوٹی بہن ہوئی، اس لیے آپ مجھے امبر کہہ سکتے ہیں بڑے بھیا۔۔۔" امبر ہلکے پھلکے انداز میں اسے سمجھاتے ہوئے بولی۔

"اور یہ آپ کے لیے۔۔۔بہن کی طرف سے برسات کی پہلی بارش کے پہلے پکوڑے۔۔۔" امبر نے عائلہ کے سامنے سے پلیٹ اٹھا کے سکندر کی طرف بڑھائی۔ ویسے بھی عائلہ آدھی پلیٹ پر تو ہاتھ صاف کر ہی چکی تھی۔

سکندر نے مسکراتے ہوئے پلیٹ تھام لی۔

"آپ سے مل کر اچھا لگا۔۔۔سسٹر۔۔۔" سکندر سر کو خم دیتا ہوا بولا۔ اسے یہ چلبلی سی لڑکی بہت اچھی لگی تھی۔

کہاں اس کی کوئی ایک بہن بھی نہیں تھی اور کہاں ایک ہی ہفتے میں دو بہنوں کا بھائی بن گیا تھا۔

"اللہ تیرے رنگ نرالے۔۔۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆

لائبہ لان کی طرف جاتی سیڑھیوں پہ بیٹھی تھی۔۔ہاتھ میں گرما گرم چائے کا کپ تھام رکھا تھا جس میں سے بھاپ نکل کے فضا میں تحلیل ہو رہی تھی۔ اور کانوں میں ہینڈ فری لگائے میوزک سن رہی تھی۔ بلیو جینز پر لانگ پنک شرٹ پہن رکھی تھی اور بال اونچی پونی میں باندھ رکھے تھے۔ حسین موسم میں وہ خود بھی اسی موسم کا حصہ لگ رہی تھی۔

اندرونی دروازہ کھول کے نوال باہر نکلا اور ایک نظر اسے گھور کے دیکھا، لیکن وہ اس کی طرف متوجہ ہی کہاں تھی۔

قریب آ کے اُس نے ہینڈ فری اس کے کانوں سے نکالے تو وہ جیسے کسی خواب سے بیدار ہوئی۔

"کیا ہے نوال بھائی۔۔۔؟؟" اس نے خفگی سے نوال کو دیکھا جو اسے تیکھے چتونوں سے گھور رہا تھا۔

"کب سے تمہیں آوازیں دے رہا ہوں، اور تم یہاں اتنی اونچی آواز میں میوزک سن رہی ہو۔ لکھوا لو مجھ سے تم بہری ہو جاؤ گی۔"

"ہاں تو اتنا اچھا موسم ہے، اب کیا آپ کی طرح بند کمرے میں بیٹھ کے کتابوں کے ساتھ مغزماری کروں۔" لائبہ ہینڈ فری کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی۔ تو نوال نے ہاتھ پیچھے کر لیے۔

"ماما پوچھ رہی ہیں کہ عائلہ کے ساتھ بات ہو گئی تمہاری۔۔؟؟"

"جی ہو گئی تھی میری بات میں نے اس سے گھر کا ایڈریس لے لیا ہے۔ اور اُسے بتایا ہے کہ میں آنا چاہتی ہوں۔"

"پھر کیا کہا اس نے۔۔؟؟"

"بہت خوش ہوئی۔۔۔ کہہ رہی تھی امبر سنے گی تو وہ بھی بہت خوش ہو گی۔"

"اور یہ بتایا کہ کس مقصد کے لیے آ رہے ہیں۔؟؟"

"نہیں یہ نہیں بتایا۔۔ ماما نے منع کیا تھا۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔۔۔ یہ چائے ختم کرو اور کباب فرائی کر کے دو مجھے۔۔۔" نوال اس کے کپ کی طرف اشارہ کرتا ہوا بولا۔

"کہیں سے نہیں لگتا کہ آپ بابا کے سگے بیٹے ہیں، کہاں وہ اپنے بہت سے کام خود ہی کرنے والے اور کہاں آپ۔۔ ہر بات کے لیے بہن کو تنگ کرنے والے۔"

"اچھا اب دادی اماں بننے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ کباب فرائی کرنا تو بائیں ہاتھ سے چٹکی بجانے جتنا آسان کام ہے۔"

"اچھا بھائی ہینڈ فری تو دے جائیں۔۔۔"

"جی نہیں۔۔۔ مجھے ابھی تمہاری قوتِ سماعت کی سخت ضرورت ہے۔" وہ ہینڈ فری پاکٹ میں ڈال کے اندر کی طرف بڑھ گیا تو لائبہ منہ بسور کے رہ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

سکندر آج رفعت بیگم کے گھر آیا ہوا تھا۔ سب لوگ اچھے ماحول میں خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ گرمیوں میں ہونے والی بارش نے سب کے موڈ پہ اچھا اثر ڈالا تھا۔

"حاضرینِ محفل میں آپ لوگوں کو ایک لطیفہ سناتا ہوں جو کل رات ہی میری بہن نے مجھے سنایا۔" سکندر سب کو متوجہ کرتا ہوا بولا۔ عائلہ وہاں موجود نہیں تھی۔ وہ اب اسد کی موجودگی میں وہاں آنے سے گریز ہی کیا کرتی تھی۔

"جی بھائی ارشاد فرمائیے۔۔۔" امبر نے شرارتی انداز میں کہا۔

"ایک عورت ایک پیر بابا کے پاس گئی اور بولی کہ میری ساس اور نندیں مجھے بہت پریشان کرتی ہیں۔

پیر بابا بولے۔۔۔ بیٹا دو تین سال صبر کر لو۔

عورت خوش ہو کے بولی۔۔۔ پھر ساری مشکلیں آسان ہو جائیں گی کیا۔۔؟؟

پیر بابا بولے۔۔۔ نہیں بیٹا پھر تم عادی ہو جاؤ گی۔۔"

سکندر کے خالص پاکستانی انداز میں سنائے گئے لطیفے پہ اسد کا قہقہہ جاندار تھا۔ امبر بھی منہ پہ ہاتھ رکھے ہنس رہی تھی۔

پھر سکندر انھیں علیزے کی تصویریں دکھانے لگا۔ ملیحہ کو تو وہ پہلے ہی دکھا چکا تھا اور بات بھی کروا چکا تھا۔

"کتنی کیوٹ ہیں یہ۔۔۔" امبر علیزے کی تصویر پہ کمنٹ کر رہی تھی۔

"اور اتنی ہی اچھی بھی ہے۔۔۔ میری سب سے اچھی دوست ہے۔" سکندر اسے مزید تصویریں دکھاتے ہوئے بولا۔

اسی اثنا میں سکندر کا موبائل بجنے لگا۔

"ڈیڈ کالنگ۔۔۔"۔ سکرین پہ جگمگاتا نمبر دیکھ کے سکندر سب سے معذرت کرتا کال اٹینڈ کر کے باہر آ گیا

"السلام علیکم۔۔۔ کیسے ہیں بابا۔۔۔؟؟"

"میں ٹھیک ہوں، تم کیسے ہو بیٹا۔۔۔؟؟" ہارون کی بوجھل آواز سنائی دی۔

"بابا آپ کی آواز کو کیا ہوا۔۔؟؟ طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔۔؟؟" سکندر نے فکرمندی سے پوچھا۔

"ہاں بس تھوڑی طبیعت خراب ہے۔"

"ڈاکٹر کے پاس گئے۔۔؟؟" سکندر کو تشویش نے آ گھیرا۔

"ہاں گیا تھا۔۔۔ میڈیسن لی ہے ابھی۔۔" وہ نقاہت سے بولے۔

"واپس کب آؤ گے۔۔؟؟"

ان کی بات پہ سکندر ایک لمحے کو بالکل چپ رہ گیا۔

"یہاں آ کے واپس جانے کو دل ہی نہیں چاہتا۔" وہ مدھم آواز میں بولا۔

"واپس آ جاؤ سکندر، میں تمہیں بہت مِس کر رہا ہوں۔" ہارون کی آواز بھرا گئی۔

"بابا عائلہ بہت کیوٹ ہے۔" اس نے ان کی بات کے جواب میں ایک بالکل مختلف بات کی۔

اب کے دوسری طرف بالکل خاموشی چھا گئی۔

"مجھے تو ماں کا پیار مل گیا۔ میں چاہتا ہوں میری بہن کو بھی باپ کا پیار ملے۔ برسوں کی محرومی کا کبھی تو ازالہ ہونا چاہیے۔"

"بابا آپ بھی پاکستان آ جائیں۔۔۔ امریکہ سے بزنس وائنڈ اپ کر کے پاکستان میں کوئی بزنس سٹارٹ کر لیں گے، سب مل جل کے رہیں گے۔" وہ تو جیسے ساری پلاننگ کیے بیٹھا تھا۔

"میں فون رکھتا ہوں سکندر، اپنا خیال رکھنا۔" ہارون نے دھیرے سے کہہ کے کال کاٹ دی۔ سکندر فون ہاتھ میں لیے وہیں کھڑا رہ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کا وقت تھا، مسلسل بارش کی وجہ سے ہوا میں خنکی سی تھی۔ نوال اور رامش کالونی کی سڑک پہ واک کر رہے تھے۔

"نوال بیٹا ایک بات پوچھوں۔۔۔"

"جی بابا ضرور۔۔۔"

"دیکھو بیٹا جب ہم کوئی بھی کام کرتے ہیں تو اس میں دو ممکنات ہو سکتے ہیں، ایک تو یہ کہ ہمیں کامیابی ملے اور دوسرا یہ کہ ہم ناکام ہو جائیں۔ انسان کو چاہیے کہ وہ دونوں ممکنات کو ذہن میں رکھے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم جیت کی امید نہ رکھو، ضرور رکھو۔۔۔۔۔ لیکن یہ بھی ذہن میں رکھو کہ ہارنے کی صورت میں تمہارا ردِ عمل کیا ہونا چاہیے۔" رامش اسے متانت سے سمجھا رہے تھے۔

"بابا میں نے ابھی یہ نہیں سوچا کہ میں ناکام ہو جاؤں گا۔ اور جانتے ہیں میں نے ایسا کیوں نہیں سوچا۔۔؟؟"

اب کہ وہ رامش کو سوالیہ انداز میں دیکھتا ہوا بولا۔

"اس لیے بابا کیونکہ آپ اور ماما میرے فیصلے میں میرے ساتھ ہیں۔ جن بچوں کے والدین ان کے ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں نا، وہ کبھی نہیں ہارتے۔ میرا ایمان ہے اس بات پہ کہ دنیا کی کوئی طاقت انھیں نہیں ہرا سکتی۔"

نوال کی بات پہ رامش نے محبت سے اپنے بیٹے کو دیکھا۔

"میں تمہیں کبھی ہارنے نہیں دوں گا میرے بچے۔۔۔"

وہ اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے بولے تو وہ طمانیت سے مسکرا دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ملیحہ بیگم اماں بی کے ساتھ کسی جاننے والی کی طرف گئی ہوئی تھیں۔ عائلہ کچن میں چولہے کے سامنے کھڑی چائے بنا رہی تھی۔ جب سکندر اندر داخل ہوا اور اس کی کھجوری چٹیا کھینچی۔ عائلہ مسکرا دی۔

"ایک بات مانو گی میری۔۔۔" وہ وہیں کچن کی سلیب پہ بیٹھتا ہوا بولا۔

"جی اگر ماننے والی ہوئی تو ضرور۔۔۔"

"عائلہ بابا کو پاکستان بلاؤ۔"

سکندر کے جملے نے عائلہ کو اپنی جگہ ساکت کر دیا۔

"عائلہ میں چاہتا ہوں کہ ہم سب ساتھ رہیں۔ ماما بابا میں جو بھی ناراضگیاں ہیں ہم انھیں ختم کر سکتے ہیں۔" عائلہ اس کی بات

پہ یوں ہی خاموش کھڑی رہی۔

"وہ مجھے واپس بلا رہے ہیں، اور میں واپس نہیں جانا چاہتا۔ اور یہ صرف اسی صورت ممکن ہے اگر وہ بھی یہاں آجائیں کیونکہ میں انھیں وہاں اکیلا بھی نہیں چھوڑ سکتا۔" اب وہ عائلہ کے دونوں ہاتھ تھامے دھیمے لہجے میں بول رہا تھا۔

اور عائلہ اس کے جانے کی بات پہ اندر تک ہِل کے رہ گئی تھی۔

"تو کیا یہ واپس چلے جائیں گے۔۔ ہمیں چھوڑ کے، ایک بار پھر سے ہم اکیلے ہو جائیں گے۔۔"

"نہیں نہیں۔۔۔ میں انھیں نہیں جانے دوں گی۔" وہ اپنی ہی سوچوں میں غلطاں تھی۔

"سکندر بھائی میں آپ کو نہیں جانے دوں گی۔" اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔

"پھر تم بابا کو یہاں آنے کے لیے کہو، میرا دل کہتا ہے وہ تمھاری بات مان جائیں گے۔"

اور عائلہ نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

چائے ابل ابل کے اب گرنے کو تھی۔ سکندر نے چولہا بند کر دیا۔

وہ اب ہارون کا نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ اور عائلہ کا دل کسی کمزور پتے کی مانند لرز رہا تھا۔

جیسے ہی ہارون نے کال پک کی، سکندر نے بغیر بولے موبائل عائلہ کو تھما دیا۔

عائلہ نے کانپتے ہاتھوں سے موبائل کان سے لگایا۔

"سکندر بیٹا بولو۔۔۔ کیسے ہو۔۔ تم ٹھیک تو ہو۔"

وہ زندگی میں پہلی بار اپنے باپ کی آواز سن رہی تھی۔ آنسو ایک تواتر کے ساتھ اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔

"بابا۔۔۔" وہ بمشکل صرف اتنا ہی بول پائی تھی۔

اور دوسری طرف ہارون کا دل زور سے دھڑکا تھا۔ وہ بالکل خاموش ہو گئے تھے۔

"کیا آپ میرے لیے پاکستان آ سکتے ہیں۔۔؟؟" عائلہ کی آواز آنسوؤں میں ڈھل گئی تھی۔

اور دوسری طرف ہارون کے لیے سانس لینا بھی مشکل ہو گیا تھا۔

انھوں نے بغیر کچھ سوچے سمجھے کال کاٹ دی تھی۔

اور ان کے کال کاٹنے پہ عائلہ زارو قطار رونے لگی تھی۔ سکندر اسے چپ کروا رہا تھا۔ اور وہ اس کے کندھے سے لگی کسی سوکھے پتے کی مانند کانپ رہی تھی۔ سکندر ہولے ہولے اس کا سر تھپک رہا تھا۔

"اسے یوں اچانک عائلہ کی بات نہیں کروانی چاہیے تھی۔" وہ دل ہی دل میں پشیمان ہوا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

آج صبح ہی عائلہ کی دوست کی کال آئی تھی کہ وہ آ رہی ہے۔اور سب جیسے الرٹ ہو گئے تھے۔ امبر اور عائلہ نے پہلے پورے گھر کی صفائی کی تھی اور اب کچن میں گھسی مختلف کھانے بنا رہی تھیں۔ پھر بھی ان دونوں کی تسلی نہیں ہو رہی تھی۔

ملیحہ بیگم کو آج انسٹیٹیوٹ میں کوئی ضروری کام تھا اس لیے وہ صبح سے وہیں مصروف تھیں اور ان کی کوشش تھی کہ مہمانوں کے آنے سے پہلے کام ختم کر کے گھر پہنچ جائیں۔

"بھئی لگتا ہے کوئی بہت ہی اسپیشل دوست آ رہی ہے آج۔۔۔جو صاف ستھری چیزوں کو بھی صاف کیا جا رہا ہے۔" سکندر ان دونوں کی گھبراہٹ سے لطف اندوز ہو رہا تھا اور خود بھی ان کے ساتھ صبح سے مختلف کام کروا رہا تھا۔

"جی سکندر بھائی لائبہ ہماری بہت اچھی دوست ہے۔ اور لاہور سے صرف ہمارے لیے گاؤں آ رہی ہے تو ہم چاہتے ہیں اس کی مہمان نوازی میں کسی قسم کی کوئی کمی نہ رہے۔" امبر اسے تفصیل بتاتے ہوئے بولی۔

گاؤں کی کچی پکی سڑک پہ ایک کار دھول اڑاتی ہوئی داخل ہوئی۔ اور لوگوں سے گھر کا پتا پوچھتے جلد ہی وہ لوگ عائلہ کے گھر کے سامنے پہنچ گئے۔

سکندر نے ہی دروازہ کھولا تھا۔لائبہ اپنے امی ابو کے ساتھ آئی تھی۔ سب نے ان کا پر جوش استقبال کیا۔امبر اور عائلہ کی تو خوشی دیدنی تھی۔کچھ ایسا ہی حال لائبہ کا بھی تھا۔

رامش نے آج بھی عائلہ کے چہرے سے نظریں چرائی تھیں۔وہ چہرہ انھیں کسی کی یاد دلاتا تھا۔ مہمانوں کو ڈرائنگ روم میں بٹھایا گیا اور اب عائلہ اور امبر انھیں چائے کے ساتھ لوازمات پیش کر رہی تھیں۔

اسی وقت ہلکی پھلکی پھوار برسنے لگی۔ رفعت بیگم بھی آ گئیں اور اب کرن کے ساتھ یوں باتوں میں مصروف تھیں جیسے برسوں کی آشنائی ہو۔رامش سکندر کے ساتھ تعارف کے مراحل طے کر رہے تھے۔

ملیحہ بیگم جب گھر میں داخل ہوئیں تو گھر میں اچھی خاصی رونق کا سماں تھا۔ تینوں لڑکیاں صحن میں بیٹھی خوش گپیوں میں مصروف تھیں جب کہ باقی لوگ ڈرائنگ روم میں تھے۔ ملیحہ پہلی بار لائبہ سے مل رہی تھیں۔لائبہ کو پر وقار سی ملیحہ بیگم پہلی نظر میں ہی متاثر کر گئی تھیں۔کچھ تھا ان کی شخصیت میں جو ملنے والے کو پہلی نظر میں ہی اپنی طرف متوجہ کر لیتا تھا۔

ملیحہ نے چادر لپیٹ کے رکھی اور سوٹ کا ہم رنگ دوپٹہ سر پہ اچھی طرح اوڑھ لیا۔

"السلام علیکم۔۔۔سوری مجھے آنے میں تھوڑی دیر ہو گئی۔" ملیحہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے بولیں۔

سکندر کے ساتھ گفتگو میں مصروف رامش نے نظر اٹھا کے دروازے کی طرف دیکھا، تو ان کی نظر پلٹنا بھول گئی۔ ملیحہ کا ابھی

ان کی طرف دھیان نہیں گیا تھا وہ کرن کے ساتھ ملنے میں مصروف تھیں۔ رامش اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے۔ جیسے ہی ملیحہ پلٹیں۔ دونوں ایک دوسرے کے بالکل سامنے آ گئے۔

ملیحہ اپنی جگہ جم سی گئیں۔ دونوں بنا پلکیں جھپکے ایک دوسرے کو دیکھے جا رہے تھے۔ وقت کی گردش جیسے تھم سی گئی تھی۔ پوری کائنات اس وقت اُن دونوں کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔ ملیحہ کو سانس لینے میں دقت ہو رہی تھی۔

اور کون کہتا ہے کہ وقت کے ساتھ زخم بھر جاتے ہیں۔

کون کہتا ہے کہ وقت کے ساتھ پرانی محبتیں بھلا دی جاتی ہیں۔

کون کہتا ہے کہ نئے رشتے بننے سے پرانے رشتوں کی بنیادیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔

اور اگر کوئی ایسا کہتا ہے۔۔ تو وہ محبت سے ناواقف ہے۔

وہ آسمانوں سے وحی کی صورت اتری محبت سے ناواقف ہے۔۔

برسوں بعد۔۔۔۔ برسوں بعد جیسے وقت انھیں یونیورسٹی کے اسی درخت تلے لے آیا تھا۔ جہاں وہ آخری بار ملے تھے۔

ملیحہ کے لیے اپنے قدموں پہ کھڑا رہنا مشکل ہو رہا تھا۔

"ماما آپ ٹھیک ہیں۔۔۔؟؟" سکندر نے اٹھ کے ان کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔ کرن اور رفعت بھی دونوں کو حیرت سے دیکھ رہی تھیں۔

"رامش۔۔۔۔؟؟" ملیحہ نے لرزتی ہوئی آواز میں جیسے تصدیق کرنی چاہی۔ حالانکہ ان کا دل پہلی نظر میں گواہی دے چکا تھا۔

"اور محبوب کا بہترین گواہ تو دل ہی ہوا کرتا ہے۔"

"ملیحہ تم یہاں کیسے۔۔۔؟؟" رامش خوشی سے بھرپور کانپتے لہجے میں بولے۔

رامش کا بس نہیں چل رہا تھا وہ چھڑی گھما کے سب کو یہاں سے غائب کر دیں۔ اور رہ جائیں تو صرف وہ اور ملیحہ۔۔۔۔ کتنے سالوں کی جدائی تھی۔ دل سوکھے پتے کی مانند لرز رہے تھے۔ دل آج بھی یوں ہی انھیں دیکھ کے باغی ہو رہا تھا جیسے جوانی کے دنوں میں ہو جایا کرتا تھا۔

"آپ دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔۔؟؟" کرن بھی اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولیں۔

"ہم دونوں یونیورسٹی میں بہترین دوست تھے۔" رامش نے کرن کی بات کا جواب دیا لیکن ان کی نظریں ہنوز ملیحہ کے چہرے پہ ٹکی تھیں۔ جو ٹرانس کی کیفیت میں تھیں۔

"ارے بھئی یہ تو بہت اچھا ہو گیا۔" کرن خوش ہوتے ہوئے بولیں۔

ملیحہ نے بمشکل خود کو کمپوز کیا۔

اور پلٹ کے کرن کو دیکھا۔۔۔ اُس عورت کو جسے وہ کبھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔

رامش کے چہرے پہ محسوس کی جانے والی خوشی تھی۔ ملیحہ بھی بے جان ہوتے جسم کے ساتھ وہیں ایک صوفے پہ ٹک گئیں ، حالانکہ ان کے لیے وہاں بیٹھنا ایک امتحان بن رہا تھا۔ وہ سب کی باتوں پہ بدقت مسکرا رہی تھیں۔ بچیوں کو بھی جب ساری بات کا علم ہوا تو انھیں خوشی نے آگھیرا۔ برسوں پرانے دوست ملے تھے۔ اس سے خوبصورت لمحہ بھلا اور کون سا ہو سکتا تھا۔

ملیحہ کچھ دیر وہاں بیٹھنے کے بعد معذرت کر کے باہر آ گئیں۔ امبر، عائلہ اور لائبہ اب عائلہ کے کمرے میں تھیں۔ خوشی سے بھرپور لہجے میں ان کی باتوں کی آواز یہاں تک آ رہی تھی۔

ملیحہ نے واش بیسن کے سامنے کھڑے ہو کے سامنے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا۔۔ وہ زرد ہو رہا تھا۔ نل کھول کے وہ کتنی ہی دیر چہرے پہ ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارتی رہیں۔

یہ رامش کہاں سے آ گیا تھا۔ اچھی بھلی زندگی گزر گئی تھی۔ وہ انھیں بھولی تو نہیں تھیں مگر ان کے بغیر رہنے کی عادی تو ہو گئی تھیں۔

"اور اگر رابطے نہ رہیں تو لوگوں کو ایک دوسرے کے بغیر رہنے کی عادت تو ہو ہی جاتی ہے۔"

ان کا دماغ اس وقت ماؤف تھا۔ وہ کچھ بھی نہیں سوچ پا رہی تھیں۔

خود کو سب کا سامنے نارمل رکھنے کے لیے انھوں نے چہرے پہ مصنوعی مسکراہٹ سجائی اور ڈرائنگ روم میں چلی آئیں۔

عائلہ اور امبر نے سب کو وہیں لنچ سرو کیا، اسد کو بھی بلا لیا گیا۔ رامش کی نظریں بھٹک بھٹک کے ملیحہ کی طرف جا رہی تھیں۔ جنھیں وہ آج بھی محسوس کر سکتی تھیں۔

اور کرن دل ہی دل میں سوچ رہی تھیں کہ یہ تو بہت اچھا ہو گیا۔ قدرت خود ان کے بیٹے کا ساتھ دے رہی ہے۔

ملیحہ کن اکھیوں سے رامش کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ آج بھی اتنے ہی شاندار تھے۔ کنپٹیوں کے قریب کے بال تھوڑے سفید ہو گئے تھے۔ لیکن آج بھی ان کی شخصیت ماحول پہ چھا جانے والی تھی۔

رامش سب کو یونیورسٹی کے قصے سنا رہے تھے کہ کیسے وہ اور ملیحہ چھوٹی چھوٹی شرارتیں کیا کرتے تھے۔ اور ہر بار جب ان کی شکایت پروفیسرز کے پاس پہنچتی تو دونوں معصوم صورتیں بنا کے ایکسکیوز کر لیتے۔ لیکن کچھ ہی دنوں میں دونوں کی شرارت والی رگ پھر سے پھڑکنے لگتی تھی۔ پروفیسرز بھی انھیں وارننگز دے دے کے تنگ آ چکے تھے۔

اور پھر کھانے کے بعد جب چائے کا دور چلا تو کرن نے اپنے آنے کا اصل مقصد بیان کیا۔

رفعت بیگم اور اسد بھی وہیں موجود تھے۔ ملیحہ تو کرن کی بات سن کے بالکل چپ ہو گئی تھیں۔

حیرتوں کا پہاڑ تھا جو ایک کے بعد ایک آج اُن پہ ٹوٹ رہا تھا۔

جبکہ رفعت نے اسد کی طرف دیکھا۔ ان کے ماتھے پہ فکر کی لکیریں ابھر آئیں۔ اسد نے انھیں آنکھوں ہی آنکھوں میں چپ رہنے کا اشارہ کیا ورنہ وہ تو کہنے ہی والی تھیں کہ عائلہ کا ہاتھ وہ مانگ چکی ہیں۔

کرن نے بہت محبت سے عائلہ کا ہاتھ مانگا تھا۔ اور ملیحہ ان کے چہرے کو دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھیں مجھے اس عورت سے نفرت کیوں نہیں محسوس ہوتی۔ جب رامش نے انھیں اپنی شادی کا بتایا تھا تب بھی انھیں نفرت محسوس نہیں ہوئی تھی، اور اب تو برسوں گزر گئے تھے۔

"میں آپ کو سوچ کر بتاؤں گی۔" ملیحہ بدقت مسکراتے ہوئے بولیں۔

شام کے قریب جب وہ رخصت ہونے لگے اور کرن عائلہ کا ہاتھ تھامے کچھ کہہ رہی تھیں تو رامش ملیحہ کے قریب چلے آئے۔

"تم نے مجھے مِس کیا۔۔۔؟؟" مدھم لہجے میں کیا گیا سوال۔۔ جواب میں صرف۔۔ہاں۔۔۔سننے کا متمنی تھا۔

"ہر سانس کے ساتھ۔۔۔" ملیحہ نے ذرا کی ذرا نگاہ اٹھا کے کہا۔

"بھول کیوں نہیں گئی۔۔۔؟؟"

"کیونکہ میں بھولنا نہیں چاہتی تھی۔"

ملیحہ نے مسکرا کے کرن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو انھی کی طرف آ رہی تھیں۔

اور پھر رامش نے ملیحہ کے گھر کی کیاری سے گلاب کا پھول توڑا اور عائلہ کو تھما دیا۔

"مما آج انکل نے آپ کا کیاری سے پھول نہ توڑنے والا رُول توڑ دیا۔" عائلہ ملیحہ کو دیکھتے ہوئے شرارت سے بولی۔

"رُولز تو بنتے ہی ٹوٹنے کے لیے ہیں۔" رامش ملیحہ کو دیکھتے ہوئے معنی خیز انداز میں بولے تو وہ مسکرا دیں۔

یونیورسٹی کی وہ دوپہر انھیں آج بھی یاد تھی جب مالی بابا پودوں کو پانی دے رہے تھے اور رامش نے گلاب کے پودے سے ایک تازہ کھلا پھول توڑ کے ملیحہ کو دیا تھا۔ جس پہ مالی بابا نے اسے رُول توڑنے پہ جرمانے کی دھمکی دی تو وہ کندھے اچکاتا ہوا بولا۔

"رُولز تو بنتے ہی ٹوٹنے کے لیے ہیں بابا۔۔۔۔ اور پھول تو خدا نے پیدا ہی اس لیے کیے ہیں کہ اپنے پیاروں کو دے کے محبت کا اظہار کریں۔"

اور مالی بابا اس کی بات پہ مسکرا دیے تھے۔

"رامش آج بھی ویسے ہی تھے۔۔۔زندہ دل۔۔۔ہشاش بشاش۔۔۔زندگی کو بھرپور طریقے سے جینے والے۔۔۔"ملیحہ نے دل میں سوچا۔

"میں آج پھر وہی جوانی۔۔۔وہی جوش محسوس کر رہا ہوں جو اُس وقت کیا کرتا تھا جب مجھے ملیحہ سے محبت ہوئی تھی۔ ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے میں برسوں بعد ملیحہ سے نہیں۔۔۔بلکہ اپنے آپ سے مل رہا ہوں۔" رامش ملیحہ کو دیکھتے ہوئے سوچ رہے تھے۔

"اور ایسا ہوتا ہے کہ جب آپ کو اپنی من پسند چیز نہ ملے، اپنا محبوب نہ ملے تو آپ زندگی سے کٹ سے جاتے ہیں۔ زندگی میں وہ جوَن باقی نہیں رہتی۔ یہاں تک کہ آپ کی زندگی کے میدان میں کارکردگی تک متاثر ہو جاتی ہے۔ ایک دل کے ویران ہونے سے۔۔۔ساری دنیا ہی ویران ہو جاتی ہے۔ اور اگر آپ کو محبوب مل جائے تو آپ کی کارکردگی آسمان کو چھونے لگتی ہے۔ جب اندر سکون اور خوشی ہوتی ہے تو باہر کے معاملات سب اچھے ہوتے جاتے ہیں۔"

اور یوں وہ سب ایک یادگار دن گزار کر مغرب کے وقت واپس چلے گئے۔ کرن ملیحہ کو اپنا موبائل نمبر دے گئی تھیں اس امید کے ساتھ کہ وہ جلد ہی انھیں مثبت جواب دیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ملیحہ اپنے کمرے میں اندھیرا کیے لیٹی تھیں۔

قدرت نے آج پھر رامش کو ان کی دہلیز پہ لا کھڑا کیا تھا۔ کرن نے ان سے کچھ بھی نہیں چھپایا تھا اور اکیلے میں جا کے انھیں نوال کی محبت کے بارے میں بتا دیا تھا۔

آج رامش کا بیٹا سوالی تھا۔ ملیحہ چاہتیں تو ایک لمحے میں انکار کر دیتیں پھر رامش کو اندازہ ہوتا کہ محبت کھونے کا دکھ کیا ہوتا ہے۔ پھر وہ ساری زندگی اپنے بیٹے کو اس آگ میں جلتا دیکھتا جس میں وہ جلتی آئی تھیں۔ لیکن وہ ایسا نہیں کر سکی تھیں وہ شخص آج بھی انھیں اول روز کی طرف محبوب تھا۔ اور آج بھی اس کی محبت اپنے پورے طمطراق کے ساتھ ان کے دل میں پاؤں جمائے ہوئے تھی۔

اور ویسے بھی ان کی محبت کوئی ٹین ایجرز کی محبت تو تھی نہیں جو وقت کے ساتھ ختم ہو جاتی۔۔

"میچور ہونے کے بعد کی جانے والی محبتیں بھی میچور ہوتی ہیں۔"

یونیورسٹی میں رامش ملیحہ سے سینیئر تھے۔ ان کا شمار یونیورسٹی کے بہترین طلبا میں ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جونیئرز میں سے

جسے پڑھائی میں کوئی مسئلہ درپیش ہوتا وہ رامش سے رابطہ کرتا تھا۔ ملیحہ بھی دو تین بار ان سے کچھ ٹاپک سمجھنے گئی تھیں۔ اور ان کی اسیر ہو گئی تھیں۔ وہ آئے روز کتاب لے کے کچھ نہ کچھ سمجھنے چلی جاتیں اور پھر ان لمحوں کے فسوں میں گرفتار رہتیں۔ انھیں رامش کے گال میں پڑنے والا ڈمپل بہت اچھا لگتا تھا۔ اور ان کی باتیں۔۔۔ جو مخاطب کو اپنے سحر میں جکڑ لیتی تھیں۔

ان دونوں میں بہت سی باتیں کامن تھیں۔ نہ جانے کب رامش کو بھی اس سوبر سی لڑکی سے محبت ہو گئی۔ اور پھر یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں رہی تھی۔ دونوں میں بہت سے عہد و پیمان ہوئے تھے۔ لیکن قسمت نے ان کی محبت کی کوئی پرواہ نہیں کی تھی۔ اس نے ان پہ ظلم کی انتہا کر دی تھی۔

اور ہمیشہ ٹوٹ کے محبت کرنے والوں کو۔۔۔ محبت توڑ دیتی ہے۔ نہ جانے کیوں۔۔۔

اس نے دو دلوں کو یوں جدا کیا تھا کہ پھر وہ ساری زندگی خود اپنی ذات کو بھی ڈھونڈتے ہی رہ گئے تھے۔

اور آج پھر وہی قسمت۔۔۔ انھیں پھر سے سامنے لے آئی تھی۔۔۔ برسوں بعد۔۔۔ نہ جانے کیوں۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رامش آج بہت خوش تھے۔ نوال نے ان سے بہت سوال کیے تھے وہ بہت خوش تھا کہ عائلہ کی مما اس کے بابا کی دوست رہ چکی ہیں۔ اسے لگ رہا تھا کہ اب شاید کچھ بھی مشکل نہیں رہا۔

کرن بہت تھکی ہوئی تھیں وہ سرِ شام ہی سو گئی تھیں۔ وہ نہیں جانتی تھیں کہ ملیحہ ہی وہ لڑکی ہے جس سے رامش یونیورسٹی کے زمانے میں شادی کرنا چاہتے تھے اور جس کی محبت ان کے ساتھ پل کر جوان ہوئی تھی اور اب عمر کے ساتھ مزید گہری ہوتی جا رہی تھی، ورنہ شاید وہ اتنے سکون سے نہ سو رہی ہوتیں۔ لیکن نیند رامش کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ وہ یونیورسٹی کی یادوں میں کھوئے ہوئے تھے۔

انھیں آج بھی یاد تھا کیسے ملیحہ اس سنگی بنچ پہ بیٹھ کے ان کا انتظار کیا کرتی تھی۔ اور ان کے دیر سے آنے پہ منہ بسور کے کہا کرتی۔

"آپ ہمیشہ دیر کر دیتے ہیں۔۔۔"

انھوں نے ہمیشہ رب سے دعا کی تھی کہ وہ ملیحہ کو ان کی زندگی میں واپس لے آئے۔ چاہے کسی بھی رشتے سے، کسی بھی تعلق کے ساتھ۔

"ہماری زندگی میں دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔۔ ایک وہ۔۔ جو ہمارے لیے لائف لائن ہوتے ہیں جن کا ہونا ہمارے لیے اتنا ہی ضروری ہوتا ہے، جتنا زندگی کے لیے سانسوں کا آنا جانا۔۔ اور دوسری قسم ان لوگوں کی ہوتی ہے جن کے ہونے نہ ہونے

سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ ہوں تو بھی ٹھیک ہے۔۔۔نہ ہوں تو بھی ٹھیک ہے۔"

ملیحہ ان کے لیے لائف لائن تھی۔ انھیں امید تھی وہ ایک روز اس سے ضرور ملیں گے۔

"کیونکہ جس چیز کی چاہ ہم پورے دل سے کرتے ہیں وہ ہمیں کسی نہ کسی صورت مل کے رہتی ہے۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆

ملیحہ نے عائلہ کو نوال کے بارے میں بتا دیا تھا۔

"عائلہ تم اپنی زندگی کا فیصلہ کرنے میں آزاد ہو۔ تمہاری خوشی میں ہی میری خوشی ہے۔ تم اگر اسد کے ساتھ شادی کرنا چاہو تو بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں اور اگر نوال کے ساتھ کرنا چاہو تو بھی مجھے تمہارا فیصلہ منظور ہے۔"

"ماما میں اسد بھائی کے علاوہ کسی کے ساتھ بھی شادی کرنے کے لیے تیار ہوں۔ آپ جہاں کہیں گی میں شادی کرلوں گی۔ آپ میرا اچھا برا مجھ سے بہتر جانتی ہیں۔"

"تمہاری عمر میں لڑکیوں کا کوئی نہ کوئی آئیڈیل تو ضرور ہوتا ہے، تمہارا کوئی آئیڈیل نہیں ہے۔۔؟؟"

"مما زیادہ تر لڑکیاں کا پہلا ہیرو ان کا باپ ہوا کرتا ہے اور وہ چاہتی ہیں کہ ان کا شوہر بھی اتنا ہی مہربان ہو۔ اور میں نے آج تک اپنے باپ کو نہیں دیکھا ان کی محبت کو محسوس نہیں کیا۔ اس لیے کبھی کوئی آئیڈیل بھی نہیں رہا۔" عائلہ دھیمے لہجے میں بولی۔

"آپ جو بھی فیصلہ کریں گی مجھے منظور ہو گا۔" اس نے ایک بار پھر سے اپنی بات دہرائی۔

اور اتنی سعادت مندی پہ ملیحہ نے بیٹی کی پیشانی چوم لی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رفعت بیگم جب سے کرن کی بات سن کے آئی تھیں، پیچ و تاب کھا رہی تھیں۔

"ملیحہ کو چاہیے تھا کہ اسی وقت انکار کر دیتی۔ انھیں امید دلانے کی کیا ضرورت تھی بھلا۔" رفعت کو ملیحہ پر بھی غصہ آ رہا تھا۔

سامنے صوفے پہ بیٹھا اسد اطمینان سے انھیں دیکھ رہا تھا۔

"لیکن مجھے تو عائلہ کے ساتھ شادی نہیں کرنی۔" وہ کمال اطمینان سے بولا حالانکہ اس وقت دل کی جو حالت ہوئی تھی وہی جانتا تھا۔

"اے ہے کیوں نہیں کرنی۔۔۔کل تک تو تمہیں صرف اسی کے ساتھ شادی کرنی تھی۔" رفعت بیگم نے اسے کڑے تیوروں سے گھورا۔

"لیکن اب مجھے نہیں کرنی اس کے ساتھ شادی۔" وہ اٹھ کے رفعت بیگم کے پاس آ بیٹھا اور ان کے ہاتھ تھام لیے۔

"آپ جہاں کہیں گی میں شادی کر لوں گا، لیکن عائلہ کے ساتھ نہیں۔"

"لیکن کیوں۔۔۔" اب کے وہ فکر مندی سے پوچھ رہی تھیں۔

"امی آپ اس کی وجہ نہ پوچھیں۔ نہ آج نہ آنے والے وقت میں کبھی۔" وہ منت بھرے انداز میں بولا تو رفعت اسے دیکھ کے رہ گئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اسد اور سکندر گاؤں کی سڑک پہ واک کر رہے تھے۔ جب ایک گاڑی ان کے قریب سے گزری اور کچھ آگے جا کے رک گئی۔

گاڑی کا شیشہ نیچے کر کے ہارون نے باہر جھانکا۔ گاڑی ریورس کی اور عین سکندر کے پاس جا کے بریک لگائی۔

سکندر نے رخ موڑ کے دیکھا تو حیرت سے دو تین بار پلکیں جھپکیں۔

"بابا۔۔۔" وہ خوشی اور جذبات سے بھرپور لہجے میں بولا۔

اسد نے حیرت سے اس ادھیڑ عمر آدمی کو دیکھا۔

ہارون گاڑی سے نیچے اتر آئے۔ نصرت بیگم بھی ان کے ساتھ تھیں۔

ہارون نے سکندر کو بھینچ کے گلے سے لگا لیا۔

سکندر کا دل بلیوں اچھل رہا تھا اسے ہارون کو یہاں دیکھ کے یقین نہیں آ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔

اسد نے بھی آگے بڑھ کے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

اور سب گاڑی میں بیٹھ کے گھر کی طرف چل دیے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ملیحہ نے مشین لگا رکھی تھی۔ اور صحن میں ڈھیریوں کی صورت دھونے والے کپڑے رکھے تھے۔ وہ کپڑے دھو رہی تھیں اور عائلہ نچوڑ نچوڑ کے صحن میں لگی تاروں پہ ڈال رہی تھی۔

داخلی دروازہ کھلا ہوا تھا۔ جب سکندر گھر میں داخل ہوا۔

"عائلہ دیکھو کون آیا ہے۔۔۔" وہ خوشی سے کانپتی آواز میں بولا۔

عائلہ نے کپڑوں کے پیچھے سے جھانکا۔

"کون آیا ہے بھائی۔۔۔؟؟"

"بابا آئے ہیں۔۔۔"

اس کی بات پہ ملیحہ کے ہاتھوں سے کپڑے چھوٹ گئے۔

اور عائلہ وہیں ساکت کھڑی رہ گئی۔

ہارون جھجھکتے ہوئے گھر میں داخل ہو رہے تھے۔ ان کے پیچھے پیچھے نصرت بیگم بھی تھیں۔

ملیحہ نے جلدی سے تار سے دوپٹہ اتار کے اوڑھ لیا۔

ہارون سیدھا چلتے ہوئے ساکت صامت کھڑی عائلہ کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔

"میری بیٹی مجھے بلائے اور میں نہ آؤں، ایسا ہو سکتا ہے بھلا۔"

انھوں نے کہہ کے آگے بڑھ کے عائلہ کو سینے سے لگا لیا۔ وہ کسی چھوٹی بچی کی طرح رونے لگی۔ اور پاس کھڑی ملیحہ کی آنکھوں سے بھی برسات جاری ہو گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

سب صحن میں بچھی چارپائیوں پر بیٹھے تھے۔ اماں بی گل کے پاس رہنے گئی ہوئی تھیں۔ نصرت شام سے پہلے واپس چلی گئی تھیں۔ جب سے ہارون آئے تھے ملیحہ کمرے میں قید ہو کے رہ گئی تھیں۔ عائلہ اور سکندر ہارون کے آس پاس بیٹھے تھے۔

"میں تمہاری ماں کو بھی منانے آیا ہوں۔ میرا ساتھ دو گے دونوں۔"

اُن کے اچانک کہے گئے جملے پہ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"جی بابا۔۔۔ ہمیں خوشی ہو گی اگر آپ اور ماما سارے گلے شکوے مٹا ڈالیں۔" سکندر نے متانت سے کہا۔

ہارون نے ایک گہری سانس لی اور ملیحہ کے کمرے کی طرف چل دیے۔ دروازے پہ ہلکی سی دستک دی اور اندر داخل ہو گئے۔ گھپ اندھیرے نے ان کا استقبال کیا۔ سکندر نے آگے بڑھ کے لائٹ آن کر دی۔ ملیحہ بیڈ پہ لیٹی ہوئی تھیں۔ ایک بازو آنکھوں پہ رکھا ہوا تھا۔

سکندر واپس پلٹ گیا۔

ہارون نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔

ملیحہ نے بازو ہٹایا تو چونک کے اٹھ بیٹھیں۔

ہارون وہیں ان کے پاس بیڈ پہ بیٹھ گئے۔

"میں معافی کا حق دار تو نہیں ہوں، لیکن کیا تم اپنے بچوں کی خاطر مجھے معاف کر سکتی ہو۔" وہ سر جھکائے بولے۔

ملیحہ ہاتھوں کو ایک دوسرے میں پیوست کیے خاموش رہیں۔

"ملیحہ ہمارے بچوں نے محرومی کی زندگی گزاری ہے۔ انھیں کبھی مکمل فیملی نہیں ملی۔ میری خود غرضی نے بچوں کی زندگی کے قیمتی سال ضائع کر دیے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ میں ان کی محرومیوں کا ازالہ کروں۔"

ملیحہ نے نظر اٹھا کے انھیں دیکھا۔ یہ وہ ہارون نہیں تھے جو چیخ چلا کے بات منوایا کرتے تھے۔ یہ ان کے سامنے بیٹھا شخص تو کوئی اور ہی تھا۔

"بچے اب بڑے ہو گئے ہیں۔ وہ اپنی زندگیوں کے ساتھ سمجھوتہ کر چکے ہیں۔ آپ کو ان کی خاطر معافی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے۔" ملیحہ دھیمے مگر مضبوط لہجے میں بولیں۔

ہارون نے دیکھا وہ آج بھی اتنی ہی نرمی سے بات کرتی تھی۔ وہ آج بھی نرم مزاج اور سادہ تھی۔

"صرف آپ سے ایک شکوہ ہے کہ آپ نے اتنے برس میرے بیٹے کو مجھ سے دور رکھا۔" ملیحہ کی آواز بھرا گئی۔

"جانتی ہو کیوں۔۔۔؟؟" ہارون سامنے دیوار پہ نظریں جمائے کھوئے کھوئے سے لہجے میں بولے۔

ملیحہ نے سوالیہ انداز میں اُن کی طرف دیکھا۔

"جب میں نے تمھیں پاکستان بھیجا تو میں تمھیں اذیت دینا چاہتا تھا۔ مجھے لگتا تھا تمہاری کسی بد دعا نے جینی کی جان لی ہے۔ میں چاہتا تھا تم بھی اتنی ہی اذیت برداشت کرو جتنی میں کر رہا ہوں۔ مجھے اور کچھ نہ سوجھا تو سکندر کو وہیں اپنے پاس رکھ لیا۔"

ہارون کی بات پہ ملیحہ نے اپنی آنسو بھری آنکھیں اٹھا کے انھیں دکھ سے دیکھا۔ لیکن وہ ان کی طرف متوجہ نہیں تھے۔ وہ ماضی میں کہیں کھوئے۔۔۔ رازوں سے پردہ اٹھا رہے تھے۔

"لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مجھے احساس ہوا کہ میں نے تمہارے ساتھ بہت غلط کیا ہے۔ اور یہ احساس گزرتے سالوں کے ساتھ گہری پشیمانی میں ڈھلتا گیا۔ سکندر جیسے جیسے بڑا ہو رہا تھا وہ تمہارے بارے میں سوال کرتا تھا اور میرے پاس ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔ جینی کی یاد آہستہ آہستہ میرے دل و دماغ سے محو ہوتی چلی گئی۔ اور تمہاری محبت دبے پاؤں دل کی مکین بن گئی۔"

ملیحہ نے حیرت سے نظریں اٹھا کے انھیں دیکھا۔

"لیکن میرے دل میں اس بات کا خوف اپنے پنجے جما کے بیٹھ گیا تھا کہ اگر میں سکندر کو پاکستان لے گیا تو تم اسے واپس نہیں آنے دو گی اور میری بات کا بھی یقین نہیں کرو گی۔ میں تو شاید کبھی بھی سکندر کو واپس نہ آنے دیتا، لیکن شاید قسمت کو یہی منظور

تھا۔"

ہارون اپنی بات مکمل کر کے خاموش ہو گئے۔

کچھ دیر یوں ہی کمرے میں خاموشی چھائی رہی۔ کمرے میں موجود دونوں نفوس اپنی اپنی جگہ مختلف سوچوں میں غلطاں تھے۔

پھر اچانک ہارون نے ملیحہ کا ہاتھ تھام لیا۔

"ملیحہ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ آئی لو یو۔۔۔ آئی لو یو ویری ویری مچ۔۔۔" ہارون شدتِ جذبات سے بولے تو ملیحہ ان کی اس حرکت پہ ششدر رہ گئیں۔

دونوں کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ ملیحہ کا نازک ہاتھ۔۔ہارون کے مضبوط ہاتھ میں تھا۔ ساری زندگی وہ اس مضبوط سہارے کے لیے ترستی رہی اور آج برسوں بعد قسمت نے محبت کسی پکے ہوئے پھل کی طرح ان کی جھولی میں گرا دی تھی۔

ملیحہ نے اپنا دوسرا ہاتھ دھیرے سے ان کے ہاتھ پہ رکھ دیا۔

ہارون تشکر آمیز انداز میں ان کی طرف دیکھ کے مسکرا دیے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ملیحہ آج ہارون کے لیے بریانی بنا رہی تھیں۔ عائلہ امبر کی طرف تھی۔ اور سکندر اور ہارون کہیں باہر نکلے ہوئے تھے۔

دروازے پہ دستک ہوئی تو وہ آنچ دھیمی کر کے بریانی دَم پہ لگا کے دروازے کی طرف بڑھیں۔

دروازہ کھولتے ہی وہ ٹھٹک گئیں۔

"آپ۔۔۔" رامش دروازے میں کھڑے تھے۔

"اندر آ سکتا ہوں۔۔۔؟؟"

ملیحہ نے بغیر کچھ کہے راستہ چھوڑ دیا۔

رامش اندر آ کے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئے۔ ملیحہ بھی ان کے پیچھے چلی آئیں۔

"اکیلے آئے ہیں۔۔۔؟؟"

"اکیلے ملنا چاہتا تھا۔" رامش صوفے پہ بیٹھتے ہوئے بولے۔

"بہت سی باتیں ادھوری رہ گئی تھیں، مکمل کرنے آیا ہوں۔"

"چائے لاؤں آپ کے لیے یا کھانا کھائیں گے۔۔؟؟" ملیحہ ان کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے بولیں۔

"کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے، تم یہاں بیٹھ جاؤ بس۔۔۔"

ملیحہ سامنے رکھے صوفے پہ بیٹھ گئیں۔

"میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں ملیحہ کہ تم نے یوں اچانک یونیورسٹی کیوں چھوڑ دی تھی۔ تمہیں مجھ سے لڑنا چاہیے تھا۔ میں نے تمہارا اتنا بڑا نقصان کیا اور تم کچھ بھی کہے بنا وہاں سے چلی آئی۔" رامش ان کے چہرے پہ نظریں جمائے بولے۔

"میں کسی سے بھی نہیں لڑنا چاہتی تھی رامش۔۔۔ کیونکہ اس وقت میں صرف حیران تھی کہ جسے میں نے ہر دعا میں مانگا۔۔ آخر خدا نے اسی سے جدا کیوں کیا۔

میرے ذہن میں ان گنت سوال تھے۔ میں نے پہلی بار اتنی شدت سے کسی کو چاہا تھا پھر اتنی بڑی کائنات میں سے اللہ نے مجھے صرف ایک شخص کیوں نہ دے دیا۔۔۔ آخر کیوں۔۔۔؟؟۔۔۔ اور پھر مجھے پتا چلا رامش کہ ایسا کیوں ہوا۔" ملیحہ قالین پہ نظریں جمائے بولی۔

رامش دھیان سے ان کی بات سن رہے تھے۔

"جب ہم کسی انسان کو شدت سے چاہتے ہیں تو جانے انجانے میں ہم اسے پوجنے لگتے ہیں۔ وہ ہمارے ساتھ موجود رہنے لگتا ہے۔ وہ ہمارے پاس نہ ہو پھر بھی پاس ہوتا ہے۔ کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جب دل و دماغ میں اس کا خیال نہ ہو۔ ہم اپنی پوری زندگی اسی ایک انسان سے منسلک کر لیتے ہیں۔ اسے خوش کرنے کے لیے کسی بھی حد تک چلے جاتے ہیں۔ ہمیں یوں لگتا ہے وہ نہیں ہو گا تو ہمارا وجود ہی نہیں ہو گا۔ ہم جی نہیں پائیں گے۔ اگر وہ ہمیں نہ ملا تو ہم زندہ ہی نہیں رہیں گے۔ اور پھر وہ ہمیں نہیں ملتا۔۔۔۔ وہ ہمیں نہیں ملتا کیونکہ اتنی محبت صرف خدا کا حق ہے۔۔۔ صرف خدا وہ ہستی ہے جسے اتنی شدتوں سے چاہا جائے۔۔ اتنی محبت کی جائے۔ اس لیے جب کوئی محبت شدت اختیار کر جائے تو اسے جدا کر دیا جاتا ہے۔ یہ بتانے کے لیے کہ تم اس کے بغیر بھی جی سکتے ہو۔ اور یہ بتانے کے لیے کہ تم جو کبھی نہ بھولنے کے۔۔۔۔ کبھی نہ جدا ہونے کے وعدے کرتے ہو۔۔۔ وہ کتنے کمزور۔۔۔ کتنے بودے ہیں۔"

ملیحہ اتنی آہستہ آواز میں بول رہی تھیں کہ رامش کو ان کی بات سمجھنے میں دقت ہونے لگی تھی۔

پھر وہ نظریں اٹھا کے رامش کو دیکھنے لگیں۔

"میں صرف تم سے ایک بات کہنا چاہتی تھی۔"

"میں صرف تم سے یہ کہنا چاہتی تھی رامش کہ۔۔۔ جب کسی لڑکی کے ساتھ محبت کرو۔۔۔ اسے خواب دکھاؤ۔۔۔ تو پھر انھیں زندگی کی آخری سانس تک پورا کرنے کی کوشش کرو۔ بیچ راہ میں کسی کو ایسے چھوڑ کے نہ جاؤ کہ وہ ساری زندگی اسی راستے پہ بھٹکتا رہے۔" بات کرتے ہوئے ملیحہ کے گلے میں آنسوؤں کا گولا سا پھنس رہا تھا۔

"کیا تم ابھی بھی مجھ سے محبت کرتی ہو ملیحہ۔۔۔۔؟؟" رامش نے جھجھکتے ہوئے پوچھا۔

ملیحہ ان کے سوال پہ لحظہ بھر کو خاموش رہ گئیں۔

"عورت کو عمر بھر یہ بتانا پڑتا ہے کہ وہ محبت کرتی ہے۔ جب ماں باپ اسے کہتے ہیں کہ اپنی محبت سے دستبردار ہو جاؤ تو وہ چپ چاپ ہو جاتی ہے۔ اور ماں باپ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ وقت گزرنے کے ساتھ بھول جائے گی لیکن وہ کبھی نہیں بھولتی، وہ صرف اظہار کرنا چھوڑ دیتی ہے کیونکہ ہمارا معاشرہ مردوں کا معاشرہ ہے۔ یہاں وہی عورتیں خوش رہتی ہیں جو چپ چاپ مرد کی بات مان لیں۔ ورنہ عزت اور غیرت کے نام پہ قتل کر دی جاتی ہیں۔ اور یوں انھیں ہمیشہ کے لیے چپ کروا دیا جاتا ہے۔ شادی کے بعد جب شوہر پوچھتا ہے کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو تو وہ اسے یقین دلا دیتی ہیں کہ ہاں میں صرف تم ہی سے محبت کرتی ہوں۔ کیونکہ اس کے سوا ان کے پاس کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ انھیں ساری زندگی یوں ہی جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔"

"جب کہ سچ تو یہ ہے کہ عورت اپنی زندگی میں صرف ایک ہی بار محبت کرتی ہے۔ اور بھلے ہی وہ اس بات کا اعتراف نہ کرے لیکن وہ عمر بھر اسی ایک شخص سے محبت کرتی رہتی ہے۔ چاہے وہ اسے ملے یا نہ ملے۔ لیکن اس کے دل کا مکین بس وہی ایک شخص ہوتا ہے۔ یہ وہ راز ہوتا ہے جو صرف وہ اور اُس کا خدا جانتا ہے۔ اور ویسے بھی محبت ایسا جذبہ ہے جو جسموں کے ملاپ کا پابند نہیں۔"

رامش اسے ایک ٹک دیکھ رہا تھا۔ وہ آج بھی اس سے اتنی ہی محبت کرتی تھی۔ لیکن وہ کتنی میچور ہو گئی تھی۔ یونیورسٹی کی وہ چلبلی سی لڑکی۔۔۔ جسے محبت نے ایک سمجھدار عورت کے روپ میں ڈھال دیا تھا۔ جو جانتی تھی کہ اسے کب کیا اور کیسے کہنا ہے۔

"ملیحہ کیا تم میرے بیٹے کو میرے کیے کی سزا دو گی۔؟؟" رامش نے دھڑکتے دل کے ساتھ اپنا خدشہ بیان کیا۔

"میں کون ہوتی ہوں کسی کو سزا یا جزا دینے والی۔"

"میری بیٹی تمہارے گھر میں جتنی خوش رہ سکتی ہے شاید اور کہیں نہیں رہ سکتی۔"

"اتنے یقین کے ساتھ کیسے کہہ سکتی ہو۔۔؟؟" رامش اس کے اتنے پر وثوق انداز پر حیران ہوئے۔

"کیونکہ وہاں تم رہتے ہو۔ اور تم مجھ سے زیادہ میری بیٹی کا خیال رکھو گے۔"

"ملیحہ کیا میرے بعد تمہاری زندگی میں کوئی محبت کا دعوے دار نہیں آیا۔۔۔؟؟ رامش نے دل میں اٹھتے سوال کو لفظوں میں ڈھالا۔

"محبت کے دعوے دار تو بہت آتے ہیں زندگی میں۔۔۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ سب کی حقیقت کھلتی جاتی ہے۔۔۔ سب مجبوریوں کی آڑ لے کے پیچھے ہٹتے جاتے ہیں۔ اور پھر آخر میں صرف کوئی ایک رہ جاتا ہے۔ آپ کی زندگی میں بھی اور

دل میں بھی۔۔۔وہ ثابت قدمی سے وہاں ڈٹا رہتا ہے۔بس وہی سچا ہوتا ہے۔اور صرف وہی آپ سے محبت کرنے والا ہوتا ہے۔"

"اور میں سالوں بعد بھی اپنے دل میں تمہارا عکس پاؤں تو اسے کیا سمجھوں رامش۔۔۔؟؟۔۔۔میں بھلے ہی تم سے رابطے میں نہ تھی لیکن جب جب تم نے مجھے یاد کیا میرے دل نے تمہیں محسوس کیا۔"

باہر بادل زور سے گرجے اور آن کی آن میں بارش برسنے لگی۔

ملیحہ نے آسمان سے تسلسل کے ساتھ گرتے قطروں کو دیکھا۔

اور رامش کو وہ دن یاد آ گیا جب یوں ہی یونیورسٹی میں اچانک ہی موسلادھار بارش شروع ہو گئی تھی۔وہ سب کلاس فیلوز یونیورسٹی کے گراؤنڈ میں چلے آئے تھے۔اور پھر سب نے مختلف رنگوں کے صفحوں سے کاغذ کی کشتیاں بنا کے گراؤنڈ میں جمع ہو جانے والے پانی میں چلائی تھیں۔گراؤنڈ میں وہ رنگ برنگی کشتیاں اتنی خوبصورت لگ رہی تھیں کہ جو دیکھتا۔۔مبہوت ہو جاتا۔ وہیں برستی بارش میں رامش نے اپنا چہرہ ملیحہ کے کان کے قریب لا کے سرگوشی کی تھی۔

"شادی کے بعد ایسے ہی بارش برسے گی اور تم اور میں گھر کی چھت پہ بارش میں واک کیا کریں گے اور ساتھ میں اپنا فیورٹ میوزک سنیں گے۔ایک ہینڈز فری تمہارے کان میں اور ایک میرے کان میں۔"

اس کی سرگوشی سے ایک خوبصورت مسکان نے ملیحہ کے لبوں کا احاطہ کیا۔اور پھر وہ اپنی مسکراہٹ دبائے شرارتی انداز میں بولی۔

"لیکن میوزک سنیں گے کیسے۔۔؟؟بارش میں تو موبائل نہیں لے کے جا سکتے۔"

"ارے بھئی میری پاکٹ کب کام آئے گی۔" رامش نے اپنی پاکٹ کی طرف اشارہ کیا تو اُس کی حاضر جوابی پہ وہ کھل کے ہنسی۔

اسی وقت دروازے پہ دستک ہوئی۔رامش چونک کے سیدھے ہوئے۔ملیحہ دروازہ کھولنے باہر چلی گئیں۔سکندر اور ہارون آئے تھے۔

سکندر رامش کو دیکھ کے بہت خوش ہوا۔اور ہارون سے ان کا تعارف کروانے لگا۔اور رامش اس انسان کو دیکھنے لگے جن کے ساتھ وہ نام جڑا تھا جس کو وہ سب سے زیادہ چاہتے تھے۔اور ایسے راز صرف عورتیں ہی تو نہیں دلوں میں چھپا کے رکھتیں۔بہت سے مرد بھی رکھتے ہیں۔اور دنیاداری بھی نبھاتے ہیں۔

اور خدا تو جانتا ہے نا کہ اس نے کہاں کس مقام پہ انسان کا اختیار اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔تو پھر اگر ہم دل ہی دل میں کسی سے محبت کرتے ہیں تو اس میں ہمارا تو کوئی قصور نہیں۔

اور جانے سے پہلے ملیحہ نے دھیرے سے کہا تھا۔

”کرن کو کبھی نہ بتانا کہ میں کون ہوں۔ وہ باتیں جو خدا راز رکھے ۔۔۔انسانوں پر بھی لازم ہے کہ انھیں کبھی آشکار نہ کرے۔“

اور ملیحہ کی بات پہ رامش نے سر ہلا دیا تھا۔

زندگی اتنی مشکل نہیں ہے جتنی اس معاشرے کے عجیب رسم و رواج نے بنا دی ہے۔ اور اگر سب اپنا ظرف تھوڑا بڑا کر لیں تو خوشیاں سب کا مقدر بن جائیں۔ اگر رامش کے والد قدیم رسم و رواج پر اپنے بیٹے کی خوشیوں کو ترجیح دیتے تو دو محبت کرنے والے دل کبھی یوں جدا نہ ہوتے۔

کرن کی کہیں بھی شادی ہوتی وہ خوش رہ لیتیں۔ اصل مسئلہ تو دو محبت کرنے والوں کا تھا نا۔

قدرت ہر انسان کو زندگی میں اُس دوسرے انسان سے ضرور ملواتی ہے جس کے ساتھ اُس کی روح کے تانے بانے جڑے ہوں، وہ آپ کو اشارے دیتی ہے کبھی خوابوں کے ذریعے، کبھی دوسرے انسانوں کے ذریعے اور کبھی خود آپ کے دل کی گواہی کے ذریعے۔۔ لیکن اُس کے بعد وہ یہ ذمہ داری آپ پہ چھوڑ دیتی ہے کہ آپ اُسے جانے نہ دیں۔۔ اسے کسی طور خود سے جدا نہ ہونے دیں۔

اور ویسے بھی دل کہاں سنتا ہے کسی کی۔۔ یہ تو اپنی من مانی کرتا ہے۔ ہمارا وجود کہیں ہوتا ہے، اور دل کہیں اور۔۔ رامش اور ملیحہ بھلے ہی ایک دوسرے کے ساتھ کیے عہد نبھا نہیں سکے تھے، لیکن ان کے دل آج بھی عہدِ وفا نبھا رہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ختم شُد

اس ناول پر آپکی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔۔